هٰذا بلاغ للنّاس

جامعہ دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/اپریل ۲۰۰۹ء

بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

فہرست

فی شمارہ .... ۲۵/- روپے

سالانہ .... ۲۵۰/- روپے

بذریعہ رجسٹری .... ۳۷۰/- روپے

سالانہ بدل اشتراک
بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور
یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور
متحدہ عرب امارات .... ۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا
کراچی ۷۵۱۸۰

بینک اکاؤنٹ نمبر

میزان بینک لمیٹڈ
کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ
اکاؤنٹ نمبر: 036-153

فون: ۵۰۴۳۴۹۹
۵۰۴۹۷۷۴

Email Address
darulolumkhi@hotmail.com
www.darululoomkhi.edu.pk

کمپوزنگ

ایس۔ بی۔ ایس انٹرپرائز کراچی

پبلشر محمد تقی عثمانی

پرنٹر القادر پرنٹنگ پریس کراچی

خطاب جمعہ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مد ظلہم

ججز کی بحالی کا فیصلہ حق و انصاف کی فتح ہے

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

۲۲ربیع الاول ۱۴۳۰ھ (۲۰ مارچ ۲۰۰۹ء) کے خطبۂ جمعہ میں، جامعہ دارالعلوم کراچی کے صدر حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے فرمایا کہ ججز کی بحالی کا فیصلہ حق و انصاف کی فتح ہے، پوری قوم پریشان تھی کہ پتہ نہیں کیا ہونے جارہا ہے، مگر اس فیصلے کی وجہ سے وہ پریشانی۔ الحمدللہ۔ ختم ہوگئی ہے۔

اُدھر سوات اور متعلقہ علاقوں میں اخباری اطلاعات کے مطابق امن معاہدہ ہوگیا ہے، اور عدل و انصاف قائم کرنے کیلئے عدالتیں قائم ہوگئی ہیں، اس معاہدے اور عدالتوں کی تفصیلات تو ہم تک نہیں پہنچیں، مگر اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہاں اسلامی تعلیمات کے مطابق عدل و انصاف قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان عدالتوں کو شرعی قواعد کے مطابق فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عدل و انصاف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور اسے قائم کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار تاکید سے دیا ہے، قضاء کا منصب ایک ایسا منصب ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے بھی سپرد فرمایا تھا، صحابۂ کرام میں بھی قاضی اور جج ہوئے ہیں، اللہ رب العالمین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قضاء اور عدالتی فیصلوں میں ممتاز ترین مقام عطاء فرمایا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو قاضی بنایا تھا، ایک مرتبہ قاضی شریح کی عدالت میں خود امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس کے پاس جو زرہ ہے وہ میری ہے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو دو گواہ پیش کئے ان میں ایک ان کے اپنے

فرزند حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے، قاضی شریح نے کہا کہ آپ کی گواہی نامکمل ہے، کیونکہ شرعاً بیٹا اپنے باپ کے حق میں گواہی نہیں دے سکتا، قاضی شریح نے حضرت حسن (نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی گواہی اس لئے قبول نہیں کی کہ وہ اپنے والد محترم کے حق میں گواہی دے رہے تھے، یہ بات نہیں تھی کہ خدانخواستہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ قابل اعتماد نہ تھے، بلکہ صرف اتنی بات تھی کہ بیٹا باپ کے حق میں گواہی دے رہا تھا، اور یہ گواہی شرعاً معتبر نہیں، اس لئے قاضی شریح نے فیصلہ یہودی کے حق میں کردیا، یہودی نے جب دیکھا کہ قاضی نے اپنے ہی حکمران اور حاکم وقت کے خلاف فیصلہ کردیا ہے تو وہ اس عدل وانصاف سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔

قضاء کا منصب انتہائی حساس اور نازک منصب ہے، انصاف کے ساتھ یہ منصب سنبھالا جائے تو اس کے فضائل بھی بہت ہیں، اور ظلم کے ساتھ یہ عہدہ چلایا جائے تو اس کے رذائل بھی بہت ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن امامِ عادل عرش رحمٰن کے سائے میں ہوگا۔ حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جو شخص قاضی بنادیا گیا یوں سمجھو کہ وہ الٹی چھری سے ذبح کردیا گیا۔

حکومت نے جن محترم ججوں کو بحال کیا ہے ان پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوگئی ہے، کیونکہ جن حالات سے وہ گذرے ہیں اُن میں یقیناً کچھ لوگ ان کے مخالف اور کچھ ان کے دوست بن گئے ہیں، ذاتی دوستی اور دشمنی سے بالاتر ہوکر ہر کسی کے ساتھ انصاف سے پیش آنا اور زیادہ نازک اور مشکل کام ہے۔

اللہ تعالیٰ بحال ہونے والے تمام قاضیوں (ججوں) کو عدل وانصاف قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس فیصلے کو پاکستان کے غریب اور طرح طرح کے مسائل میں گھرے ہوئے عوام کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنائے، اور پاکستان کو ایک اسلامی، فلاحی اور مضبوط مملکت بنائے۔ آمین۔

بنگلہ دیش کے سفر سے واپسی پر خوشگوار تأثرات

صدر جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے بنگلہ دیش کے سفر سے واپسی کے بعد ۲۴ رصفر ۱۴۳۰ھ کو جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب سے مشرقی پاکستان دشمنوں اور بعض اپنوں کی سازشوں کے نتیجے میں ہم سے الگ ہوا اس وقت سے دل پر اس کا گہرا زخم تھا، یہ زخم صرف ہمیں ہی نہیں تھا، بلکہ وہاں کے مخلص مسلمانوں کو بھی تھا، سقوط ڈھاکہ کے چند سال بعد جب وہاں جانا ہوا تو وہاں کے عوام ہم سے مل کر روتے

تھے، اور کہتے تھے کہ دشمن نے ہمیں ایک دوسرے سے الگ کردیا، حالانکہ ہم الگ ہونا نہیں چاہتے تھے۔

اس کے بعد بار بار بنگلہ دیش جانا ہوتا رہا، اور کوئی نمایاں ترقی وہاں نظر نہ آئی، لیکن اس مرتبہ تقریباً چھ سات سال کے بعد جب وہاں جانا ہوا تو یہ دیکھ کر غیر معمولی خوشی ہوئی کہ وہاں کے عوام نے علمی، دینی، سیاسی، معاشی اور تمدنی طور پر نمایاں ترقی کی ہے۔

حکومت، عوام اور علماء آپس میں مربوط ہیں، اور حکومت دینی اداروں کے ساتھ تعاون کرتی ہے، تمام سرکاری اداروں میں علماء کرام کا خاص احترام کیا جاتا ہے۔ ہمارے وہاں جانے سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے ڈھاکہ میں سالانہ تبلیغی اجتماع منعقد ہوا تھا، اس کو کامیاب بنانے میں حکومت نے بطور خاص تعاون کیا، اور معلوم ہوا کہ تین روز کی سرکاری چھٹی کی گئی، ایئرپورٹوں پر مبلغین کی آمد کے لئے غیر معمولی سہولتیں فراہم کی گئیں، صدر، وزیر اعظم اور اپوزیشن لیڈر سب نے اس اجتماع میں شرکت کی، اور یہ تیس لاکھ سے زیادہ کا اجتماع تھا، بعض حضرات تو تعداد پچاس لاکھ کے لگ بھگ بتاتے تھے، حکومت نے اپنے خرچ پر راستے بنائے۔ اس طرح کا اجتماع ہر سال وہاں منعقد ہوتا ہے، مدارس کے ساتھ بھی حکومت کا تعاون اچھا ہے، ہم نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ پاکستانیوں کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ وہ اب بھی پاکستان کو اپنا بڑا بھائی کہتے ہیں۔

ایئرپورٹ پر، ہوٹل میں اور تمام مقامات پر لوگ ہمارے سامنے محبت سے بچھے جاتے تھے، کیونکہ وہ علماء کرام سے عموماً اور پاکستان کے علماء سے خصوصاً بہت زیادہ محبت کرتے ہیں، مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی ہیں، میں نے کئی روز تک دیکھا کہ فجر کی نماز میں سلہٹ کی سب سے بڑی جامع مسجد کی تینوں منزلیں نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوتی ہیں، اور مسبوقین صرف چند ہوتے ہیں، باقی سب تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

انہوں نے تمدنی ترقی بھی بہت کی ہے، صفائی ستھرائی کا اچھا انتظام ہوگیا ہے، سڑکیں کشادہ اور صاف ہیں، معاشی ترقی بھی کی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی کرنسی ''ٹکے'' کی قیمت پاکستانی روپے کے مقابلے میں دس فیصد بڑھ گئی ہے، فقر و افلاس ایک حد تک کم ہوا ہے، خوش حالی میں اضافہ ہوا ہے۔

غرض یہ کہ بھارت نے تو مشرقی پاکستان کو الگ کیا تھا پاکستان کو ختم کرنے کیلئے مگر۔ الحمدللہ۔ پاکستان ختم نہیں ہوا، بلکہ ایک کے بجائے اب دو پاکستان بن گئے ہیں۔

بنگلہ زبان بھی ترقی کرکے کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے، جب بنگلہ دیش بنا تھا، اس وقت یہ زبان اتنی

وسعت نہیں رکھتی تھی، اور اس میں دینی لٹریچر بھی نہ ہونے کے برابر تھا، اس وقت تک بنگلہ میں صرف کتاب ''بہشتی زیور'' کا ترجمہ ہوا تھا، جو وہاں کے حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا، اب اس زبان کی بہت خدمت ہو رہی ہے، اور یہ زبان اب دینی علوم سے مالا مال ہوتی جا رہی ہے، تفسیر معارف القرآن کی آٹھ ضخیم ضخیم جلدوں کا ترجمہ بار بار شائع ہو چکا ہے، ہماری بھی متعدد کتابوں کا ترجمہ ہوگیا ہے، اس طرح ایک طرف تو زبان ترقی کر رہی ہے دوسری طرف بنگلہ دیش کے عوام کیلئے دینی کتابوں سے استفادہ بہت آسان ہوگیا ہے، یہ تو علماء کرام کی خدمات ہیں، ہوسکتا ہے دوسرے علوم وفنون کے ماہرین نے بھی مختلف کتابوں کے ترجمے بنگلہ میں کئے ہوں۔

یہ اس لئے ہوا کہ وہاں کی حکومت نے شروع سے ہی اپنی اس قومی زبان کو رائج کرنے پر بطور خاص توجہ دی، ہر جگہ اس کو اپنایا، سرکاری دفتری زبان بھی اسی کو قرار دیا گیا، سرکاری دفاتر میں بھی یہی زبان استعمال ہوتی ہے، دوکانوں، تجارتی مراکز، شاہراہوں کے سائن بورڈ حتی کہ گاڑیوں کی نمبر پلیٹیں بھی اپنی قومی زبان میں ہیں، اس لئے اب وہاں ہر جگہ بنگلہ زبان جگمگا رہی ہے۔ انگریزی میں اگر کچھ لکھا ہوتا ہے تو وہ نیچے ہوتا ہے، اوپر جلی حروف میں بنگلہ ہی میں لکھا ہوتا ہے، انگریزی کو آج تک انہوں نے اتنی اہمیت نہیں دی جتنی بنگلہ زبان کو دی گئی۔ جس کے نتیجے میں وہاں کے عوام کو بہت آسانی میسر ہوگئی ہے اور سرکاری دفاتر کے کاموں کو سمجھنا بہت آسان ہوگیا ہے۔

اگرچہ وہ اسلامی جمہوریہ نہیں، بلکہ وہ ایک سیکولر ملک ہے، اس کے باوجود وہاں سرکاری ہفتہ وار چھٹی جمعہ ہی کے دن ہوتی ہے۔ بازاروں میں، دفاتر میں، تعلیمی اداروں میں غرض ہر جگہ جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے، اس کی وجہ سے ان کی معیشت پر کوئی برا اثر نہیں پڑا، بلکہ ان کی معاشی حالت روز بروز بہتر ہو رہی ہے۔

سلام میں پہل کرنے کا معمول وہاں بہت ہے، ہر ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے، خواہ وہ اسے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو، افسوس ہے کہ اس سنت پر ہمارے یہاں بہت کم عمل ہوتا ہے، جبکہ احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس سنت کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنے ملک، اپنی قوم، اپنی زبان اور اپنی ثقافت کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور غیروں کی مرعوبیت اور ان کے مقابلے میں احساس کمتری سے نجات عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

بشارت عظمیٰ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جہاں فقیہ عصر، عالم اسرار شریعت، شیخ طریقت، زہد و ورع کے عادی، علم و عمل کے داعی، عدل وانصاف کے قاضی، ماہر قانون ومعاشیات اور بے شمار طالبان سلوک کے لئے مرکز فیض رسانی اور اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کا مرجع ہیں؛ وہاں آپ درس بخاری شریف کے "کتاب المغازی" میں میدان حرب و ضرب کے مجاہد، شمشیر وسنان کے استاد نظر آتے ہیں آپ کا درس بخاری حوصلہ کو بلند کرتا، ہمت کو بڑھاتا، جذبۂ جہاد کو گرماتا ہے، آپ کی درس مغازی سن کر اور پڑھ کر دانائی اور بصیرت ترقی کرتی، دوراندیشی بڑھتی، حزم واحتیاط کی عادت پیدا ہو جاتی ہے، احقاق حق اور ابطال باطل کی قوت ترقی کرتی اور قوت فیصلہ بڑھ جاتی ہے۔

آیئے! ان علمی جواہر کو زیادہ سے زیادہ طلبہ علم حدیث تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔

نماز اشراق اور نماز چاشت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب آفتاب آسمان پر اتنا اونچا چڑھ جاتا جتنا اوپر عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے، اسوقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز اشراق پڑھتے تھے اور جب مشرق کی طرف اسقدر اونچا ہوجاتا، جسقدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ تو اسوقت چار رکعت چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ (شمائلِ ترمذی)

اِشراق :

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور پھر سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا رہا اور اللہ کا ذکر کرتا رہا پھر دو رکعتیں اشراق کی پڑھیں (پھر مسجد سے واپس آیا) تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کی مانند اجر ملے گا، پورے حج اور عمرہ کا پورے حج اور عمرہ کا، پورے حج اور عمرہ کا۔ (حصن حصین)

نماز چاشت :

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ چاشت کی نماز مستحب ہے اسے کبھی پڑھا جائے اور کبھی چھوڑ دیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ اکثر نوافل و تطوعات میں ایسی ہی تھی (یعنی کبھی پڑھتے اور کبھی چھوڑ دیتے) اکثر صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اسی طرح عمل تھا۔

نماز چاشت کی تعداد اکثر علماء مختلف بیان کرتے ہیں۔ کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قدر نقل کی گئی ہیں اس نماز کی قرات میں مشائخ کے اوراد میں سورۃ الشمس، سورۃ الضحیٰ، سورۃ اللیل اور سورۂ الم نشرح مرقوم ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ سو مرتبہ پڑھنا بھی ماثور ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ط (مدارج النبوۃ)

ترجمہ: اے اللہ مجھے بخشدے اور مجھ پر رحم فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک آپ بہت توبہ قبول کرنے والے بخشنے والے ہیں۔

ایک بندہ خُدا

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف القرآن

قرآن کریم کی چند اہم صفات

سورۃ البینہ ......☆......آیت نمبر:۱ تا ۸......

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَمۡ يَكُنِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ مُنۡفَكِّيۡنَ حَتّٰى تَاۡتِيَهُمُ الۡبَيِّنَةُ (۱) رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (۲) فِيۡهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (۳) وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنَةُ (۴) وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ (۵) اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمۡ شَرُّ الۡبَرِيَّةِ (۶) اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ الۡبَرِيَّةِ (۷) جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ رَبَّهٗ (۸)

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں اہلِ کتاب اور مشرک باز آنے والے یہاں تک کہ پہنچے اُن کے پاس کھلی بات، ایک رسول اللہ کا پڑھتا ہوا ورق پاک، اُس میں لکھی ہیں کتابیں مضبوط، اور وہ جو پھوٹ پڑی اہل کتاب میں سو جبکہ آ چکی اُن کے پاس کھلی بات، اور اُن کو حکم

یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی، ابراہیم کی راہ پر اور قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی اور جو منکر ہوئے اہل کتاب اور مشرک، ہوں گے دوزخ کی آگ میں، سدا رہیں اُس میں، وہ لوگ ہیں سب خلق سے بدتر، وہ لوگ جو یقین لائے اور کئے بھلے کام، وہ لوگ ہیں سب خلق سے بہتر، بدلہ اُن کا اُن کے رب کے یہاں باغ ہیں ہمیشہ رہنے کو نیچے بہتی ہیں اُن کے نہریں، سدا رہیں اُن میں ہمیشہ، اللہ اُن سے راضی اور وہ اُس سے راضی یہ ملتا ہے اُس کو جو ڈرا اپنے رب سے۔

خلاصۂ تفسیر

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ اُن کے پاس واضح دلیل نہ آتی (یعنی) ایک اللہ کا رسول جو (اُنکو) پاک صحیفے پڑھ کر سنادے جن میں درست مضامین لکھے ہوں (مراد قرآن ہے مطلب یہ ہے کہ ان کفار کا کفر ایسا شدید تھا اور ایسے جہل میں مبتلا تھے کہ بدون کسی عظیم رسول کے اُن کی راہ پر آنے کی کوئی توقع نہ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن پر اپنی حجت تمام کرنے کیلئے آپ کو قرآن دے کر مبعوث فرمایا) اور (اُن کو چاہئے تھا کہ اس کو غنیمت سمجھتے اور اس پر ایمان لے آتے مگر) جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجۂ اولیٰ) وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد (دین میں) مختلف ہو گئے (یعنی دین حق سے بھی اختلاف کیا اور باہمی اختلاف جو پہلے سے تھے اُن کو بھی دین حق کا اتباع کر کے دور نہ کیا اور مشرکین کو بدرجۂ اولیٰ اس لئے کہا کہ اُن کے پاس تو پہلے سے بھی کوئی علم سماوی نہ تھا) حالانکہ اُن لوگوں کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھیں یکسو ہو کر (ادیان باطلہ کی طرح کسی کو اللہ کا شریک نہ بنادیں) اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں، اور یہی طریقہ ہے اُن درست مضامین (مذکورہ) کا (بتلایا ہوا۔ حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ اُن اہل کتاب کو اُن کی کتابوں میں یہ حکم ہوا تھا کہ قرآن اور رسول کریم ﷺ پر ایمان لائیں، اور یہی تعلیم تھی قرآن کی جس کو اوپر کتب قیمہ سے تعبیر فرمایا ہے اس لئے اس قرآن کے نہ ماننے سے خود اپنی کتب کی مخالفت بھی لازم آتی ہے۔ یہ تو الزام اہل کتاب کو ہوا اور مشرکین اگرچہ پہلی کتب کو نہیں مانتے مگر ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کا حق ہونا یہ بھی تسلیم کرتے تھے اور یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام شرک سے بالکل بری تھے، اور کتب قیمہ یعنی قرآن کا

اُس طریقے کے ساتھ متوافق ہونا بھی ظاہر ہے اس لئے اُن پر بھی حجت تمام ہوگئی اور مراد ان متفرقین ومخالفین سے بعض وہ کفار ہیں جو ایمان نہ لائے تھے اور قرینہ مقابلہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جن لوگوں نے تفرق اور خلاف نہیں کیا وہ اہل ایمان ہیں، آگے بیان عمل کے بعد تصریحاً کفار کی دونوں قسموں یعنی اہل کتاب ومشرکین کی اور مؤمنین کی سزاو جزاء کا مضمون ارشاد فرماتے ہیں یعنی) بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ لوگ بدترین خلائق ہیں (اور) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں اُن کا صلہ اُن کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) اللہ تعالیٰ اُن سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے (یعنی نہ اُن سے کوئی معصیت ہوگی اور نہ اُن کو کوئی امر مکروہ پیش آوے گا جس سے احتمال عدم رضا کا جانبین سے ہو اور) یہ (جنت اور رضا) اُس شخص کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے (اور اللہ سے ڈرنے ہی پر ایمان وعمل صالح مرتب ہوتا ہے جس کو دخولِ جنت وحصولِ رضا کا مدار فرمایا ہے)۔

معارف ومسائل

پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں کفروشرک اور جہالت کے انتہائی عموم اور غلبہ کو ذکر کر کے فرمایا گیا ہے کہ کفروشرک کی ایسی عالمگیر ظلمت کو دور کرنے کیلئے رب العالمین کی حکمت ورحمت کا تقاضا یہ ہوا کہ جیسے اُن کا مرض شدید اور وباء عالمگیر ہے اُس کے علاج کیلئے بھی کوئی سب سے بڑا ماہر حاذق معالج بھیجنا چاہئے اس کے بغیر وہ اس مرض سے نجات نہ پاسکیں گے۔ آگے اُس حاذق و ماہر حکیم کی صفت بیان کی کہ اس کا وجود ایک بینہ یعنی حجت واضح ہو شرک وکفر کے ابطال کیلئے، آگے فرمایا کہ مراد اس معالج سے اللہ کا وہ رسول اعظم ہے جو قرآن کی حجت واضحہ لے کر اُن کے پاس آوے۔ اس مجموعہ میں بعثت نبوی سے پہلے زمانے کے فساد عظیم اور ہر طرف جہالت وظلمت ہونا بھی معلوم ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان کا بھی بیان ہوا۔ آگے قرآن کی چند اہم صفات کا بیان فرمایا۔

يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً . فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ، يَتْلُوْ، تلاوت سے مشتق ہے جس کے معنے پڑھنے کے ہیں، مگر ہر پڑھنے کو تلاوت نہیں کہا جاتا بلکہ وہ پڑھنا جو پڑھانے والے کی تلقین کے بالکل مطابق ہو

اس کو تلاوت کہتے ہیں اسی لئے عرف میں عموماً لفظ تلاوت صرف قرآن پڑھنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ صحف صحیفہ کی جمع ہے جن کاغذات میں کوئی مضمون تحریر ہو اُن کو صحیفہ کہتے ہیں۔ کُتُب، کتاب کی جمع ہے اس کے ایک معنیٰ تو لکھی ہوئی چیز کے ہیں اس اعتبار سے کتاب اور صحیفہ تقریباً ہم معنیٰ لفظ ہیں، اور کبھی لفظ کتاب بمعنے حکم بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کی آیت لَوْ لَا کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ سَبَقَ میں لفظ کتاب بمعنے حکم ہی مستعمل ہوا ہے، اس جگہ بھی یہی دوسرے معنے مراد ہیں کیونکہ معروف معنیٰ میں لیں تو کتب عین صحف ہیں۔ فیہا کہنے کے کوئی معنے نہیں رہتے۔

مُطَھَّرَۃً، یہ صحف کی صفت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ صحیفے جھوٹ اور شک اور نفاق اور گمراہی سے پاک ہیں۔ قَیِّمَۃٌ بمعنے مستقیمہ کتب کی صفت ہے معنے یہ ہیں کہ یہ احکام مستقیم منصفانہ و معتدل ہیں اور اس کے معنے مضبوط و مستحکم کے بھی ہو سکتے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ احکام الٰہیہ جو قرآن میں آئے قیامت تک قائم دائم رہیں گے۔

مطلب آیت کا یہ ہوگیا کہ اس زمانے کے مشرکین اور اہل کتاب کی گمراہی اس درجے میں پہنچی ہوئی تھی کہ اُن کو اپنے عقائد باطلہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا جب تک کہ اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانی اور حجت واضحہ نہ آجائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے واسطے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت واضحہ بنا کر بھیجا جس کا کام یہ تھا کہ وہ اُن کو پاک صحیفے پڑھ کر سناتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ وحی خداوندی کے وہ احکام سناتے تھے جو بعد میں صحیفوں کے ذریعہ محفوظ کئے گئے کیونکہ ابتداء تلاوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحیفے سے نہیں بلکہ اپنی یاد سے پڑھ کر سناتے تھے، اور یہ پاک صحیفے ایسے ہیں جن میں ایسے احکام الٰہیہ ہیں جو عدل و اعتدال کے ساتھ دیئے گئے ہیں اور ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ، تفرق سے مراد اس جگہ انکار و اختلاف ہے قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے۔ جس پر تمام اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور بعثت سے پہلے متفق تھے کیونکہ اُن کی آسمانی کتب تورات و انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اور آپ کی خاص خاص صفات اور آپ پر قرآن نازل ہونے کا واضح ذکر موجود تھا اس لئے کسی یہودی نصرانی کو اس میں اختلاف نہیں تھا کہ آخر زمانے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔ آپ پر قرآن نازل ہوگا آپ ہی کا اتباع سب پر لازم ہوگا، جیسا کہ قرآن کریم میں بھی ان کے اس اتفاق کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، یعنی یہ اہل کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ کے آنے کے منتظر تھے اور جب کبھی مشرکین سے ان کا مقابلہ ہوتا تو آنے والے نبی کے واسطے سے اپنی فتح مانگتے تھے یعنی اللہ سے دعا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان جو آنے والے ہیں اُن کی برکت سے ہمیں فتح نصیب فرمادے یا یہ کہ یہ مشرکین سے کہا

کرتے تھے تم لوگ ہمارے خلاف زور آزمائی کرتے ہو مگر عنقریب ایک ایسے رسول آنے والے ہیں جو تم سب کو زیر کردیں گے اور ہم چونکہ اُن کے ساتھ ہوں گے تو ہماری فتح ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے تو اہل کتاب سب کے سب آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر متفق تھے مگر جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو منکر ہو گئے۔ اسی مضمون کو قرآن میں ایک جگہ فرمایا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ، یعنی جب ان لوگوں کے پاس وہ رسول یا دین حق یا قرآن آ گیا جس کو انہوں نے بھی اپنی آسمانی کتابوں کی پیش گوئی کے مطابق پہچان لیا تو لگے کفر کرنے۔ اور آیت مذکورہ میں اسی مضمون کو اس طرح ذکر فرمایا کہ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الآیۃ، یعنی یہ عجیب بات ہے کہ آپ ﷺ کے آنے اور دیکھنے سے پہلے تو ان لوگوں کو آپ ﷺ سے کوئی اختلاف نہیں تھا سب آپ ﷺ کی نبوت کے اعتقاد پر جمع تھے مگر جب یہ اللہ کا بیّنہ واضحہ یعنی رسول آخر الزماں تشریف لے آئے تو ان میں افتراق پیدا ہو گیا کچھ لوگ تو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور بہت سے انکار کرنے لگے۔

یہ معاملہ چونکہ اہل کتاب ہی کے ساتھ مخصوص تھا اس لئے اس آیت میں صرف اہلِ کتاب ہی کا ذکر فرمایا ہے مشرکین کو شامل نہیں کیا بلکہ فرمایا وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الآیہ، اور پہلا معاملہ مشرکین اور اہلِ کتاب دونوں کو عام اور شامل تھا اس لئے وہاں فرمایا لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ۔

اور خلاصۂ تفسیر مذکور میں معاملہ ثانیہ کو بھی مشرکین اور اہلِ کتاب دونوں میں عام قرار دے کر اُس کے مطابق تقریر کی گئی ہے واللہ اعلم۔

وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ، یہاں لفظ قیمہ بظاہر کتب کی صفت ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے اور بعض نے اس کو ملت کی صفت قرار دیا ہے۔ حاصل آیت کا یہ ہے کہ اہلِ کتاب کو اُن کی کتابوں میں یہی حکم دیا گیا تھا کہ اپنی عبادت و اطاعت کو خالص اللہ کیلئے رکھیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر فرمایا کہ یہ کچھ اُن کی ہی خصوصیت نہیں، ہر ملت قیمہ یا تمام کتب قیمہ جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئیں اُن سب کا دین اور طریقہ یہی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ قیمہ جو کتب کی صفت ہے اس سے مراد بقرینہ سابق احکام قرآنیہ لئے جائیں تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ اس شریعت محمدیہ نے بھی جو احکام اُن کو دیئے وہ بھی بعینہا وہی تھے جو پہلے اُن کی کتابوں نے دیئے تھے اُن سے کچھ مختلف احکام ہوتے تو اُن کو مخالفت کا کچھ بہانا بھی ہوتا اب وہ بھی نہیں۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ، اس آیت میں اہل جنت کی سب سے بڑی نعمت کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہے اب ناراضی کا کوئی خطرہ نہیں۔ حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے خطاب کیلئے فرمائیں گے یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ، تو اہل جنت جواب دیں گے لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْکَ، یعنی اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں اور اطاعت حکم کیلئے تیار ہیں اور ہر بھلائی آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر حق تعالیٰ فرمائیں گے ھَلْ رَضِیْتُمْ یعنی تم لوگ راضی اور خوش ہو۔ وہ جواب دیں گے، اے ہمارے پروردگار، اب بھی راضی نہ ہونے کا کیا احتمال ہے جبکہ آپ نے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرمادیا جو کسی مخلوق کو نہیں ملا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا میں تم کو اس سے افضل اور بہتر نعمت دیدوں، پھر فرمائیں گے کہ میں نے اپنی رضا تمہارے اوپر نازل کردی اب کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔ (رواہ البخاری و مسلم۔ مظہری)

اس حدیث میں اہل جنت سے پوچھا گیا کہ آپ راضی بھی ہو، اور اس آیت میں خبر دی گئی کہ رَضُوْا عَنْہُ، یعنی اہل جنت بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے، یہاں بظاہر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ سے اور اس کے ہر حکم اور ہر فعل سے راضی ہونا تو فرائض بندگی اور لازمۂ عبدیت ہے اس کے بغیر تو کوئی جنت میں جا ہی نہیں سکتا، پھر یہاں اہل جنت کی رضا مندی ذکر کرنے کا کیا مطلب ہے، جواب یہ ہے کہ رضاء کے عام مفہوم کے اعتبار سے تو یہ صحیح ہے کہ رضاء بالقدر واجبات و فرائض عبدیت میں سے ہے لیکن رضاء کا ایک درجہ اور بھی ہے جو اس سے آگے ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اُس کی ہر مراد عطا کردیں اور کوئی تمنا و آرزو باقی نہ چھوڑیں، اس جگہ رضا سے یہی مراد ہے جیسے سورۂ ضحیٰ میں رسول اللہ ﷺ کیلئے آیا ہے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی، یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دیں گے وہ چیز جس سے آپ راضی ہوجائیں گے، یہاں بھی مراد غایت تمنا کا پورا کردینا ہے اسی لئے اس آیت کے نزول پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تو میں اُس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک ایک بھی مومن جہنم میں باقی رہے گا۔ (من المظہری)

ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ، آخر سورت میں تمام کمالات دینی اور نعمائے اُخروی کا جس پر مدار ہے وہ بتلادیا یعنی خشیۃ اللہ، خشیت اُس خوف کو نہیں کہا جاتا جو کسی دشمن یا درندے یا موذی چیز سے طبعًا ہوتا ہے بلکہ خشیت اُس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی انتہائی عظمت و جلال کی وجہ سے پیدا ہو جس کا مقتضا یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر کام ہر حال میں اُس کی رضا جوئی کی فکر کرتا ہے اور ناراضی کے شبہ سے بھی بچتا ہے یہی وہ چیز ہے جو انسان کو عبدِ کامل اور مقبول بنانے والی ہے۔

☆☆☆

نشور واحدی

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نازاں ہے جس پر تاریخ آدم

نازاں ہے جس پر تاریخ آدمؑ ذکر اس کا ہے اور باچشم پُرنم
جانِ دو عالمؐ نورِ مجسم ارشادِ محکم ایمانِ مطلق

روحِ ہدایت احمدؐ بہ نامے
یثرب مقامے، بطحا خرامے

طوفاں بکف ہے عالم ہی سارا اُبھرا ہے جب سے ہستی کا تارا
ختمِ رُسل کا بس اک سہارا بے سود کشتی، جھوٹا کنارا

ذاتِ رفیقش، خاصے بہ عامے
کہنہ گلیمے، تازہ پیامے

دنیا اُجڑ کر شاید نہ بستی ہوتا نہیں گر فیضِ اَلَستی
جس نے مٹائی باطل پرستی ظلِّ نبی سے یہ نورِ ہستی

مہتاب دستے، خورشید گامے
صبحش چہ صبحے، شامش چہ شامے

کوئے طلب میں سرِ چراغاں خاموشیوں میں اعلانِ ایماں
تقویمِ عالم قیوم دوراں شمشیر عریاں تدبیر رخساں

فاروق اعظمؓ مرد عوامے
حرفے جدیدے نقشے دوامے

عثمانیت سے غم کوش رہنا صبر و رضا میں پر جوش رہنا
جس نے سکھایا ذی ہوش رہنا خنجر کے نیچے خاموش رہنا
خوں در گلوؤ قرآں بہ کامے
محو کلام و خود لا کلامے

جسمِ علیؓ میں تھی جانِ کامل علمِ و عمل کی اک شانِ کامل
ایمانِ کامل عرفانِ کامل نانِ جویں اور انسانِ کامل
جذبے عظیمے فکرے تمامے
طوبیٰ بہ حبیب و کوثر بہ جامے

پھر شمعِ ایماں ضَو پارہی ہے بزمِ سیاست تھرا رہی ہے
تاریخِ ماضی دُہرا رہی ہے کعبے کی جانب خلق آرہی ہے
منزل بہ منزل گامے بہ گامے
عالم مُسافر، کعبہ مقامے

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم
ضبط وتحریر: اشرف عالم
تصحیح وتنقیح: مولانا محمد حنیف خالد

منافق کی تین نشانیاں

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفاً وکرامۃً) حاضر ہوئے تھے، جدہ میں بہت سے اہلِ محبت وعقیدت بالخصوص مولانا قاری محمد رفیق صاحب مدظلہم نے حضرت والا سے خطاب کی درخواست کی۔ اور ۲۲ رفروری ۲۰۰۸ء جمعہ کے روز بعد مغرب مسجد ابوبکر صدیق جدہ (سعودی عرب) میں حضرت والا کا خطاب ہوا، یہ خطاب ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے ضبط کر کے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ

فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: آیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، "اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔" (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق، ص ۵٦ ج ۱)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، (بخاری، کتاب الایمان)

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز!

میرے لئے یہ ایک سعادت ہے کہ یہاں اپنے بھائیوں، بزرگوں اور بیٹوں سے کچھ دین کی باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے، لیکن درحقیقت یہاں ہماری حاضری ان کاموں کیلئے نہیں ہوتی، دوسرے حضرات بھی جو باہر سے یہاں آتے ہیں وہ بیان اور تقریریں کرنے کیلئے نہیں آتے، ہم یہاں کچھ لینے کیلئے آتے ہیں؟ توانائی لینے کیلئے آتے ہیں، لیکن ہمارے قاری رفیق صاحب ہم سے غیر معمولی محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام مقاصد حسنہ میں عافیت اور سہولت کے ساتھ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

بزرگوں سے تعلق رکھنے والے دوطرح کے ہوتے ہیں

ہمارے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بزرگوں سے تعلق رکھنے والے دوطرح کے لوگ ہوتے ہیں، ایک اہل عقیدت ہوتے ہیں اور کچھ لوگ اہل محبت ہوتے ہیں۔ اہل عقیدت کوتو صرف جس سے عقیدت ہے ان کی دعائیں اوران کی نصیحت چاہیے، چاہے نصیحت کرنے والے پر کچھ بھی بیت جائے، انہیں تو بس دعائیں اور نصیحت چاہیے، جبکہ جو اہل محبت ہوتے ہیں، وہ اپنے بزرگ کی راحت چاہتے ہیں جس سے محبت کرتے ہیں اس کی راحت کا خیال کرتے ہیں، تو ہمارے قاری رفیق صاحب ماشاء اللہ اہل محبت میں سے ہیں، اصرارتو نہیں کرتے مگر جب اہلِ محبت اصرار نہ کریں لیکن دبے لفظوں میں کچھ کہدیں تو کبھی وہ اصرار سے بھی زیادہ کام کرجاتا ہے، لہٰذا اُن کوانکارکرنا بھی آسان نہیں ہوتا۔

میرے مرشد حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی تاکید

ہمارے مرشد سیّدی حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں تاکید فرمائی تھی کہ ''دیکھو جب بیان کی نوبت آئے تو فرمائشی تقریریں نہ کرنا، اور رسمی تقریریں نہ کرنا، بلکہ جہاں زخم ہو وہاں مرہم لگاؤ''، مطلب یہ کہ جہاں جاؤ وہاں کی ضرورت کا خیال کروکہ وہاں کس موضوع پر بیان کی ضرورت ہے، چنانچہ میں نے قاری رفیق صاحب سے پوچھا تو قاری صاحب نے فرمایا کہ اصلاحی نوعیت کی کچھ باتیں ہوجائیں، اور بلاشبہ اس وقت ہماری سب سے بڑی ضرورت بھی یہی ہے۔

دین کی سربلندی کیلئے کام ہورہا ہے

الحمد للہ! پوری دنیا میں دین کیلئے کام ہورہا ہے، جہاں دین کے خلاف، دین کو اور اہلِ دین کو مٹانے کیلئے سازشیں ہورہی ہیں وہاں پوری دنیا میں۔ الحمد للہ۔ دین کی اشاعت اور حفاظت کیلئے بھی کام ہورہاہے، اللہ کے نیک بندے اس دین کی حفاظت اور اشاعت میں لگے ہوئے ہیں لیکن اتنی بات ہے کہ مسلمانوں میں اخلاقی انحطاط اتنا آگیا ہے کہ مسلمان دنیامیں بدنام ہوگیا ہے۔ بعض تو ایسی خراب عادتیں ہمارے معاشرے میں آگئی ہیں کہ تقریباً وہ مردوں اورعورتوں کی طبعیت میں داخل ہوگئی ہیں اور پھراس سے بڑھ کر یہ کہ ان کوگناہ ہی نہیں سمجھا جاتا، اس طرف دھیان ہی نہیں جاتا کہ کوئی گناہ کا کام ہوا ہے؟

معاشرے میں پھیلی ہوئی خراب عادتیں اور منافق کی علامات

جو بیماریاں ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں وہ بہت ساری ہیں لیکن ان میں سے تین باتیں وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمائیں جو میں نے ابھی آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، اور بخاری و مسلم دونوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور اعلیٰ درجے کی سند کے ساتھ یہ حدیث ثابت ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی یہ تین علامتیں ارشاد فرمائیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کام ایسا نہیں ہے جو مسلمان کے کرنے کا ہو، یہ کام عہدِ رسالت میں صرف منافق ہی کیا کرتے تھے، لیکن ہم مسلمان ہونے کے باوجود اپنی روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ یہ تینوں بیماریاں ہمارے اندر اتنی در آئی ہیں کہ عادت ثانیہ بنتی جارہی ہیں اور ان کی خرابی کا احساس بھی دلوں سے رخصت ہوتا جارہا ہے۔

جھوٹ کی عادت

چنانچہ ہمارے بہت سے بھائی بے تکلف جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگوں کو تو جھوٹ بولنے کی عادت ہی ہوجاتی ہے لہٰذا اس طرف دھیان ہی نہیں جاتا کہ یہ بھی کوئی گناہ کا کام ہے، حالانکہ سچ بولنا ایک شریف انسان کی شرافت کا تقاضا ہے اور جھوٹ بولنا انتہائی رذالت کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلاً مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِه" (رواه الترمذی، کما فی المشکواة. کتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، الفصل الثانی- ج۲ ص۴۲۷)

یعنی جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اُس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے (رحمت کا فرشتہ) ایک میل دور ہوجاتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود یہ عادت ہوگئی ہے کہ جھوٹ لکھتے بھی ہیں اور جھوٹ بولتے بھی ہیں اور جھوٹ کے بہت سارے راستے اختیار کر رکھے ہیں۔

جھوٹا سرٹیفکیٹ

جھوٹے سرٹیفکیٹ لیتے ہیں۔ حج کے واسطے جارہے ہیں اور جھوٹا سرٹیفکیٹ لیا ہوا ہے کہ حج نہیں کیا، کسی خاتون کے ساتھ جو شخص حج یا عمرے وغیرہ کو جارہا ہے وہ محرم نہیں ہے لیکن کہہ رہا ہے کہ وہ محرم ہے۔ یوں سمجھا جاتا ہے کہ نیک کام کیلئے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے، لکھنا بھی جائز ہے۔ حج کیلئے جھوٹ کو حلال کرر کھا ہے، عمرہ کیلئے جھوٹ کو حلال کرر کھا ہے۔ یہ ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی خرابیاں ہیں۔

مسلمانوں پر اعتماد کمزور پڑرہا ہے

نتیجہ یہ ہے کہ آج لوگ ہماری بات پر اعتماد کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ جو آدمی جھوٹ کا عادی ہوجائے تو وہ ایسا ہے جیسے اس کی زبان ہے ہی نہیں، گونگا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ کی زبان سے لوگوں کو فائدہ جب ہی پہنچے گا کہ جب لوگوں کو آپ کی زبان پر یہ اعتماد ہوگا کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہا، لیکن اگر آپ کی زبان پر اعتماد ہی نہیں ہوگا کہ سچ بول رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے تو جب انہیں آپ کوئی خبر دیں گے تو آپ کا خبر دینا اور نہ دینا برابر ہوگا۔ کیونکہ پتہ نہیں سچی خبر دے رہا ہے یا جھوٹی؟ نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح جانور کی زبان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح جھوٹ بولنے کی وجہ سے انسان کی زبان کا بھی فائدہ نہیں رہتا۔

ملا نصیر الدین کا لطیفہ

ملا نصیر الدین کے لطیفے بہت مشہور ہیں، موصوف ترکی کے رہنے والے تھے، اِن کا مزار آج بھی ترکی میں ''قونیہ'' شہر سے کچھ فاصلے پر ''اسکی'' (Eski) شہر میں موجود ہے، یہ بات مجھے استنبول میں بعض علماء اور بہت سے لوگوں نے بتائی۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ ایک فرضی شخصیت کا نام ہے اور لوگوں نے بعد میں مختلف قصے بنا کر ان کی طرف منسوب کر دیئے، البتہ یہ ضرور ممکن ہے کہ جتنے لطیفے ان کی طرف منسوب ہیں وہ سب ان کے نہ ہوں بعد میں لوگوں نے ان میں اضافہ کر دیا ہو۔

ملا نصیر الدین ذہین اور حاضر جواب بہت تھے، ان کے بارے میں کہیں پڑھا تھا کہ ان کے پاس ایک دوست آیا اور کہا کہ ملا جی! اپنا گدھا ایک دن کیلئے مجھے دیدو، کہیں جانا ہے، کل واپس

کردوں گا، تو ملا جی نے کہا کہ وہ ہے نہیں، کہیں گیا ہوا ہے، اتنے میں اندر سے گدھا بول پڑا، تو اس دوست نے کہا کہ ملا جی گدھا تو بول رہا ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ وہ ہے نہیں، ملا جی بولے تم بھی عجیب آدمی ہو، آدمی کی بات پر بھروسہ نہیں کرتے، اور گدھے کی بات پر بھروسہ کر رہے ہو؟

تو جو انسان جھوٹ کا عادی ہوگا اس کا حشر تو یہی ہوگا کہ جانور کی زبان کا یقین آجائیگا، انسان کی بات کا یقین نہیں آئے گا۔

ہندوؤں کے مسلمانوں کے بارے میں تأثرات

ہم نے اپنا اعتماد دنیا میں از خود کھو رکھا ہے، ہم اپنے بچپن میں جب دیوبند (ہندوستان) میں تھے - دیوبند شہر دو حصوں پر منقسم ہے، آدھا شہر مسلمانوں کی آبادی پر مشتمل ہے اور آدھا شہر ہندوؤں کی آبادی پر، بازار بھی تقریباً الگ الگ تھے لیکن ایک دوسرے کے ہاں خریداری کے لئے جاتے تھے۔ ہمارا گھر دونوں آبادیوں کی سرحد پر تھا، ایک دروازہ مسلمانوں کے محلّہ میں کھلتا تھا، دوسرا ہندوؤں کے محلّہ میں، وہاں میں نے خود سنا، ایک دکاندار ہندو کسی مسلمان سے کہہ رہا تھا: ''رام رام تم مسلمان ہو کر جھوٹ بولتے ہو''؟ اس کو تعجب تھا اس پر کہ مسلمان تو جھوٹ نہیں بولا کرتے تو تم نے مسلمان ہو کر جھوٹ کیسے بول دیا؟ تو اس وقت بھی ہندو اور غیر مسلم یہ جانتے تھے کہ مسلمان جھوٹ نہیں بولا کرتا۔

لیکن افسوس کہ اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب کوئی مسلمان جھوٹ بولتا ہے تو غیر مسلم کہتے ہیں کہ: ''ہونہ مسلمان؟'' تو اس جھوٹ کی عادت نے اس قدر ہمیں برباد کیا ہوا ہے۔

بیماری کا جھوٹا سرٹیفیکیٹ متعدد گناہوں کا مجموعہ

ہمارے ہاں پاکستان میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ چھٹی درکار ہے اب ویسے چھٹی ملنی تو مشکل ہے لیکن بیماری ظاہر کردی جائے تو رخصت علالت مل جاتی ہے، تو ایک صاحب کہنے لگے کہ آپ مجھے فلاں تاریخ دیدیں، میں بیماری کی چھٹی لے کر آجاؤں گا، اُن سے کہا گیا: کیا آپ کا بیمار ہونے کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے کہ نہیں ہم بیماری کا سرٹیفیکیٹ دکھادیں گے تو چھٹی مل جائے گی، مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر کے پاس جائیں گے اور اس سے کہیں گے کہ جھوٹا سرٹیفیکیٹ بناؤ، ڈاکٹر اس پر رشوت لے گا، اور پھر وہ ملازم اس ناجائز چھٹی کی تنخواہ بھی وصول کرے گا، تو چار گناہ کئے: پہلا گناہ؟ خود جھوٹ

بولا۔ دوسرا گناہ؟ ڈاکٹر سے جھوٹ بلوایا۔ تیسرا گناہ؟ ڈاکٹر کو رشوت دی۔ چوتھا گناہ؟ اس رخصت کی تنخواہ بھی وصول کرلی۔ بتایئے ایسا آدمی دیندار کیسے ہوگا جس کے اندر منافق کی علامتیں موجود ہوں۔

اسلام مکمل دین ہے

لوگوں نے دین کو اتنا محدود سمجھ لیا کہ بس نماز پڑھ لو، روزہ رکھ لو، حج کرلو، نفلی عمرہ اور نفلی حج کرلو، پھر جو چاہو کرتے پھرو، بس جنت کا ٹکٹ مل گیا، حالانکہ اسلام صرف مذہب نہیں ہے بلکہ پورا دین ہے۔

مذہب اور دین میں فرق

مذہب صرف عبادات کا، کچھ عقائد کا اور کچھ اخلاقیات کا مجموعہ ہوتا ہے، اس میں معاشرت، معاملات، تجارت، مزدوری، ملازمت، صنعت، زراعت وغیرہ، ان چیزوں کے احکام نہیں ہوتے، حکومت کے اور سیاست کے احکام نہیں ہوتے، جبکہ اسلام صرف مذہب نہیں بلکہ پورا دین ہے، قرآن نے اسلام کو کہیں مذہب نہیں کہا، بلکہ ہر جگہ اسلام کو دین کہا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔ (آل عمران نمبر ۱۹)

اور فرمایا کہ:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْه

ترجمہ: اور جو کوئی چاہے سوائے دین اسلام کے اور کوئی دین تو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔ (آل عمران نمبر ۸۵)

اور فرمایا:

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

ترجمہ: اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔ (المائدۃ: نمبر ۳)

تو اسلام کو کہیں مذہب نہیں کہا گیا، عیسائیت کو آپ مذہب کہہ سکتے ہیں، ہندومت کو آپ مذہب کہہ سکتے ہیں، بدھ مت کو آپ مذہب کہہ سکتے ہیں لیکن اسلام صرف مذہب نہیں ہے بلکہ پورا دین ہے، پوری زندگی کا دستور العمل ہے۔ اور دین میں ترقی جھوٹ بول کر نہیں ہوسکتی۔

آج کل دین صرف داڑھی رکھنے کا نام ہوگیا

آجکل کسی داڑھی رکھنے والے آدمی کو دیکھ کر یوں کہا جاتا ہے کہ جناب وہ متشرع آدمی ہے، متشرع کا مطلب کیا ہے؟ شریعت پر عمل کرنے والا، تو اب شریعت پر عمل کرنا صرف ایک چیز پر موقوف ہے کہ داڑھی رکھ لی تو شریعت پر عمل ہوگیا، اب وہ چاہے جھوٹ بول رہا ہو، وعدہ خلافی کرتا ہو، چاہے بدعہدی کرتا ہو، چاہے حرام کھاتا کھلاتا ہو مگر داڑھی رکھ لی تو متشرع ہوگیا، خوب سمجھ لیجئے! کہ ''مُتَشرِّع'' وہ ہے جو پوری شریعت پر عمل کرتا ہو، اور دیندار وہ ہے جو پورے دین پر عمل کرے، شریعت کے ایک دو احکام پر عمل کرنے والا متشرِّع نہیں، اور دین کے ایک دو حصوں پر عمل کرنے والا دیندار نہیں ہے۔

دینی احکام کی پانچ قسمیں

دینی احکام کو اگر تقسیم کیا جائے تو اس کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں:

(۱) سب سے پہلے عقائد یعنی توحید، رسالت، یومِ آخرت اور اس کے متعلقات پر ایمان لانا،

(۲) دوسری قسم عبادات: یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عمرہ وغیرہ۔

(۳) تیسری قسم معاملات ہیں: یعنی خرید و فروخت، تجارت، سیاست، حکومت، ملازمت، مزدوری، زراعت، باغبانی اور صنعت وغیرہ۔

(۴) چوتھی قسم معاشرت اور رہن سہن کے طور طریقے ہیں، دوسروں کے ساتھ کس طرح وقت گزارنا ہے، بیوی بچوں کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے، گھر سے باہر کس طرح کا برتاؤ رکھنا ہے، دوکان میں لوگوں سے کس طرح کا برتاؤ ہوگا، اپنے ماتحتوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے، اپنے افسروں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے، گاہکوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے، رشتہ داروں کے ساتھ، پڑوسیوں کے ساتھ کس طرح کے تعلقات رکھنے ہیں، ان کی شادی، غمی میں ہمارا کیا عمل ہونا چاہئے، مہمان نوازی کے طور طریقے کیا ہیں، مہمان کو کن آداب کی رعایت رکھنی چاہئے، وغیرہ غیرہ۔

(۵) پانچویں قسم باطنی اخلاق ہیں، کہ آدمی کے دل میں تکبر نہ ہو، تواضع ہو، حسد نہ ہو، ایثار اور دوسروں کے لئے خیر خواہی ہو، بے حیائی نہ ہو، حیا ہو، اللہ کے دین سے بے رغبتی نہ ہو، اللہ سے محبت ہو، قناعت ہو، حرص وطمع نہ ہو، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن آج کل یوں ہو گیا ہے کہ بس دو کام کرلو، ایک عقیدہ درست کرلو، دوسرے یہ کہ اپنی عبادات کا اہتمام کرلو، بس دیندار ہو جاؤ گے، متشرع ہو جاؤ گے اگرچہ معاملات اور معاشرت اور باطنی اخلاق دین اسلام کے مطابق نہ ہوں۔

مسلمان ہر وقت ڈیوٹی پر ہوتا ہے

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ پی آئی اے کے جہاز میں سفر کر رہے تھے، اس زمانے میں پی آئی اے کے جہازوں میں شراب بھی پیش کی جاتی تھی، فرسٹ کلاس کے مسافروں کو مفت دی جاتی تھی، اور اکانومی کلاس میں قیمۃً دیتے تھے، یہ فرسٹ کلاس کے مسافر تھے، تو ایک ایئر ہوسٹس نے ان کو بھی شراب پیش کی، انہوں نے منع کر دیا، تھوڑی دیر بعد دوسری ایئر ہوسٹس آئی، اس کو بھی انکار کر دیا، پھر تھوڑی دیر بعد جہاز کا افسر آیا اور پوچھا کہ آپ شراب سے شوق نہیں فرمائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ شراب میں تو نہیں پیوں گا، البتہ یہ شراب آپ جہاز کے پائلٹ کو پلا دیں، افسر نے کہا کہ نہیں جناب وہ تو نہیں پی سکتا، انہوں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا وہ تو آن ڈیوٹی ہے، ان صاحب نے کہا کہ میں بھی آن ڈیوٹی ہوں، افسر نے حیران ہوکر پوچھا، جناب آپ تو سفر کر رہے ہیں، ڈیوٹی پر کہاں ہیں؟ تو ان صاحب نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں، اور مسلمان جہاں بھی ہوتا ہے ڈیوٹی پر ہوتا ہے۔

کھیل کے میدان میں ہو تب بھی ڈیوٹی پر ہوتا ہے، کیونکہ کھیل کی بھی کچھ حدود ہیں، بیوی بچوں کے ساتھ ہنسی دل لگی کر رہا ہو اس کی بھی کچھ حدود ہیں، لوگوں کے ساتھ مل جل رہا ہے، سفر کر رہا ہے آرام کر رہا ہے غرض ہر حالت میں شریعت کے کچھ احکام ہیں، تو مسلمان تو ہر حالت میں ڈیوٹی پر ہوتا ہے، لیکن مسلمان نے اپنے آپ کو مسلمان بنانا اتنا آسان سمجھ لیا ہے کہ بس نماز پڑھ لو، داڑھی رکھ لو، روزہ رکھ لو، پھر جو چاہے کرتے رہو، بدعہدی بھی کرتے رہو، جھوٹ بھی بولتے رہو، بنکوں کا سود بھی لیتے اور دیتے رہو، تجارت کے اندر حلال و حرام کو ایک کرتے رہو، کوئی پرواہ ہی نہیں۔

تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منافق کی ایک علامت یہ ہے کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(جاری ہے)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

ستّر کے عدد والی احادیث

(قسط نمبر ۶)

بخار اُتارنے کیلئے سات دفعہ غسل کرنے کا حکم

۵۴......وعن ثوبان أن رسول الله ﷺ قال: إذا أصاب أحدكم الحمى فإن الحمى قطعة من النار فليطفها عنه بالماء فليستنقع فى نهر جارو ليستقبل جريته فيقول: بسم الله اللهم اشف عبدك وصدق رسولك بعد صلاة الصبح وقبل طلوع الشمس ولينغمس فيه ثلاث غمسات ثلاثة أيام فإن لم يبرأ فى ثلاث فخمس فإن لم يبرأ فى خمس فسبع فإن لم يبرأ فى سبع فتسع فإنها لا تكاد تجاوز تسعا بإذن الله عزوجل. رواه الترمذی (باب عیادة المریض ص:۱۳۸)

ترجمہ:۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بخار میں مبتلا ہو اور وہ بخار (چونکہ) آگ کا ایک ٹکڑا ہے اس لئے اسے پانی سے بجھانا چاہئے لہٰذا اس شخص کو (جو بخار میں مبتلا ہے) چاہئے کہ وہ جاری نہر میں اُترے اور پانی کے بہاؤ کی طرف کھڑا ہو اور یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَکَ (شفا طلب کرتا ہوں اے اللہ! اپنے بندے کو شفا دے اور اپنے رسول کو (یعنی ان کے اس قول کو سچا کر بایں طور کہ مجھے شفا دے) اور یہ عمل نماز فجر کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کرے اور تین دن تک پانی میں غوطے لگائے اگر تین دن میں بھی اچھا نہ ہو تو پھر (یہ عمل) پانچ دن تک کرے اور اگر پانچ دن میں بھی اچھا نہ ہو تو پھر سات دن تک (یہ عمل) کرے اور اگر سات دن میں بھی اچھا نہ ہو تو پھر نو دن تک (یہ عمل) کرے اللہ جل شانہ کے حکم سے بخار نو دن سے تجاوز نہیں کرے گا (یعنی اس عمل کے بعد بخار جاتا رہے گا)۔

تشریح:۔ حدیثِ بالا میں بخار کیلئے جو علاج تجویز کیا جا رہا ہے وہ خاص قسم کے بخار کا علاج ہے ہر بخار کا یہ علاج نہیں اس کا تعلق صفراوی بخار کی بعض اقسام سے ہے جس میں اہل حجاز مبتلا ہوتے

تھے، چونکہ بعض اوقات بخار میں پانی کا استعمال نہ صرف یہ کہ مضر بلکہ باعث ہلاکت ہوتا ہے اس لئے ہر بخار میں علاج کا یہ طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے لہٰذا اگر کسی بخار میں طبیبِ حاذق اور معتمد معالج اجازت دے دے تو پھر اس طریقۂ علاج پر بلا جھجک عمل کرنا چاہئے۔

سات راتوں میں قرآن پاک پڑھنے کا حکم

۵۵......وعن عبدالله بن عمرو بن العاص قال: قال لی رسول الله ﷺ: یاعبدالله ألم أخبر أنک تصوم النهار وتقوم اللیل فقلت: بلی یا رسول الله قال: فلا تفعل صم وأفطر وقم ونم فإن لجسدک علیک حقا وإن لعینک علیک حقا وإن لزوجک علیک حقا وإن لزورک علیک حقا لا صام من صام الدهر. صوم ثلاثة أیام من کل شهر صوم الدهر کله. صم کل شهر ثلاثة أیام واقرأ القرآن فی کل شهر. قلت: إنی أطیق أکثر من ذلک. قال: صم أفضل الصوم صوم داود صیام یوم وإفطار یوم. واقرأ فی کل سبع لیال مرة ولا تزد علی ذلک. (کتاب الصوم باب القضا ص: ۱۷۹)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبداللہ! کیا مجھے یہ اطلاع نہیں ملی ہے (یعنی مجھے یہ معلوم ہوا ہے) کہ (روزانہ) دن میں تم روزے رکھتے ہو اور (ہر رات میں) پوری شب اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ! ایسا ہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرو (بلکہ) روزہ بھی رکھو اور بغیر روزہ کے بھی رہو، رات میں عبادت خداوندی بھی کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے (لہٰذا اپنے بدن کو زیادہ مشقت اور ریاضت میں مبتلا نہ کرو تا کہ بیماری یا ہلاکت میں نہ پڑ جاؤ) تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے (اس لئے رات میں سویا بھی کرو تا کہ آنکھیں آرام و سکون پائیں) تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے (اس لئے شب باشی اور صحبت و مباشرت کرو) اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے (لہٰذا ان کے ساتھ کلام و گفتگو کرو، ان کی خاطر و مہمان داری کرو اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہو) جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے (گویا) روزہ نہیں رکھا (البتہ) ہر مہینہ میں

تین دن کے روزے ہمیشہ کے روزے کے برابر ہیں لہٰذا ہر مہینہ میں تین دن (یعنی ایام بیض یا مطلقاً کسی بھی تین دن کے) روزے رکھ لیا کرو اور اسی طرح ہر مہینہ میں قرآن پڑھا کرو (یعنی ایک مہینہ میں ایک ختم کرلیا کرو) میں نے عرض کیا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ کی ہمت رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا (تو پھر) بہترین روزہ، روزہ داؤد ہے وہ رکھ لیا کرو (جس کا طریقہ یہ ہے کہ) ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اور اس میں اضافہ نہ کرو۔

سات آیات والی عظیم سورت

۵۶......وعن أبی سعید بن المعلی قال: كنت أصلی فی المسجد فدعانی النبی ﷺ فلم أجبه حتی صليت ثم أتيته. فقلت يا رسول الله إنی كنت أصلی فقال ألم يقل الله استجيبوا لله وللرسول إذا دعاكم ثم قال: ألا أعلمک أعظم سورة فی القرآن قبل أن تخرج من المسجد. فأخذ بيدی فلما اردنا أن نخرج قلت يا رسول الله إنک قلت لأ علمنک أعظم سورة من القرآن قال: الحمدلله رب العالمين هی السبع المثانی والقرآن العظيم الذی أوتيته. رواه البخاری (كتاب فضائل القرآن ص:۱۸۴)

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا اس وقت میں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر (نماز سے فارغ ہوکر) جب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (اس وقت) میں نماز پڑھ رہا تھا (اس لئے میں نے آپ کا جواب نہیں دیا) آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا ہے کہ اللہ اور رسول کا جواب دو جب کہ رسول اللہ تمہیں بلائیں اور ان کے حکم کی اطاعت کرو، پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا اس مسجد سے نکلنے سے پہلے کیا میں تمہیں قرآن کی ایک بہت بڑی (یعنی افضل) سورت نہ سکھلاؤں؟ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور جب ہم مسجد سے نکلنے کو ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ تمہیں قرآن کی ایک بہت بڑی سورت سکھلاؤں گا؟ آپ نے فرمایا (وہ سورت) الحمد للہ رب العالمین ہے وہ سات آیتیں ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا ہے۔

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''اِستَجِیبُوا'' (جواب دو) سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو نماز کی حالت میں جواب دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی جیسا کہ نماز میں آپ ﷺ کو خطاب کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں سورۂ فاتحہ کو ''ایک بہت بڑی سورت'' اس لئے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر رکھتی ہے، اور الفاظ کے اختصار کے باوجود اس کے فوائد و معانی بہت زیادہ ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے صرف ایک جزء کے تحت دین و دنیا کے تمام مقاصد آجاتے ہیں بلکہ بعض عارفین نے یہ کہا ہے کہ جو کچھ سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے وہ سب قرآن مجید میں ہے اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے وہ سب بسم اللہ میں ہے۔

اس حدیث شریف میں ''القرآن العظیم'' سے مراد بھی سورۂ فاتحہ ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ باعتبار معانی اور فوائد کے قرآن کریم کا جزوِ اعظم ہے اس لئے مبالغۃً فرمایا کہ یہ قرآن عظیم ہے۔

آگ سے نجات کیلئے سات مرتبہ پڑھی جانے والی دعا

۵۷......وعن الحارث بن مسلم التميمى عن أبيه عن رسول الله ﷺ أنه أسر إليه فقال: إذا انصرفت من صلاة المغرب فقل قبل أن تكلم أحدا اللّهم أجرنى من النار سبع مرات فإنك إذا قلت ذلك ثم مت فى ليلتك كتب لك جوار منها واذا صليت الصبح فقل كذلك فانك اذا مت فى يومك كتب لك جوار منها. رواه أبوداود (باب مايقول عند الصباح ص:۲۱۰)

ترجمہ:۔ حضرت حارث بن مسلم التمیمی اپنے والد مکرم سے اور وہ حضرت نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ان (مسلم تمیمی رضی اللہ عنہ) سے چپکے سے فرمایا کہ جب تم مغرب کی نماز سے فارغ ہوجاؤ تو تم کسی سے کوئی کلام و گفتگو کرنے سے پہلے سات مرتبہ یہ کہو اَللّٰھُمَّ أَجِرنِی مِنَ النَّارِ (اے اللہ! مجھے آگ سے پناہ میں رکھ) اور اگر تم اس کلمہ کو کہو اور پھر اس رات میں تمہارا انتقال ہوجائے تو تمہارے لئے آگ سے نجات لکھی جائے گی اور جب تم فجر کی نماز سے فارغ ہوجاؤ اور اسی طرح کہو (یعنی کسی سے کلام کرنے سے پہلے سات مرتبہ اس دعا کو پڑھو) اور پھر اس دن تمہارا انتقال ہوجائے تو تمہارے لئے آگ سے نجات لکھی جائے گی۔

بے خوابی دور کرنے کیلئے سات مرتبہ پڑھنے کی دعا

۵۸......وعن بريدة قال: شكى خالد بن الوليد إلى النبى ﷺ فقال يارسول الله ما أنام من الليل من الأرق فقال نبى الله ﷺ: إذا أويت إلى فراشک فقال: اللهم رب السماوات السبع وما أظلت ورب الأرضين وما أقلت ورب الشياطين وما أضلت کن لی جارا من شر خلقک کلهم جميعا أن يفرط على أحدمنهم أو أن يبغى عز جارک وجل ثناؤک ولا إله غيرک لا إله إلا أنت (کتاب الدعوات باب مايقول عند الصباح ص:۲۱۲)

ترجمہ:۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں بے خوابی کے سبب رات میں سو نہیں پاتا، آپ ﷺ نے فرمایا" جب تم اپنے بستر پر آؤ تو یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰاتِ السَّبعِ وَمَا أَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ وَمَا أَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضَلَّت كُنْ لِی جَارًا من شَرِّ خَلْقِکَ كُلِّهِمْ جَمِيْعًا أَنْ يَفْرُطَ عَلَیَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَو أَن يَبْغِیَ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلاَ إِلَهَ غَيْرُکَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ.

سات دنوں کے بعد نہانے کا حکم

۵۹...... وعن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ حق على كل مسلم أن يغتسل فى كل سبعة أيام يوما يغسل فيه رأسه وجسده (باب الغسل ص:۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ" ہر (عاقل و بالغ) مسلمان پر حق ہے (یعنی ثابت اور لازم ہے یا لائق ہے) کہ ہر ہفتہ میں ایک دن (یعنی جمعہ کو) نہائے اور اپنا سر اور بدن دھوئے"۔

قرآن کریم کا نزول سات طرح پر ہوا

۶۰......وعن ابن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنزل

القرآن علی سبعة أحرف لکل آية منها ظهر وبطن ولکل حد مطلع۔
رواه فی شرح السنة (کتاب العلم ص:۳۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کریم سات طرح پر نازل ہوا ان میں سے ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ہر حد کے واسطے ایک جگہ خبردار ہونے کی ہے''۔

تشریح:۔ دنیا کی ہر زبان میں فصاحت و بلاغت اور لب ولہجہ کے اعتبار سے مختلف اسلوب اور مختلف لغات ہوتے ہیں اسی طرح عربی زبان کی بھی سات لغات عرب میں مشہور تھیں اس کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ قرآن کریم سات طرح یعنی سات لغات پر نازل ہوا ہے۔

حدیث کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ ہر آیت ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر آیت کے ایک ظاہری معنی ہیں جو تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور ایک باطنی معنی ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے وہی بندگان خاص سمجھتے ہیں جن کے قلب و دماغ معرفت کی روشنی سے بھرپور ہوتے ہیں، پھر فرمایا گیا کہ ہر حد کے واسطے ایک جگہ خبردار ہونے کی ہے مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ظاہر اور باطن کی ایک حد اور نہایت ہے جس پر پہنچنے اور اس کو حاصل کرنے کے بعد آدمی اس حد اور نہایت پر مطلع ہوتا ہے چنانچہ ظاہر کی حد معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عربی زبان اور اس کے اصول وقواعد سیکھے جائیں علم صرف ونحو حاصل کیا جائے اور اسی طرح وہ دوسری چیزیں جن پر قرآن کے ظاہری معنی کے سمجھنے کا انحصار ہے ان کو حاصل کیا جائے اور باطن کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ریاضت و مجاہدہ کیا جائے، قرآن کے ظاہری معنی اور ان کے احکام کا اتباع اور ان پر عمل کیا جائے نفس کو ہر قسم کی برائی اور گناہ ومعصیت سے پاک وصاف کیا جائے، دل کو عبادت خداوندی اور رضائے الٰہی کے نور سے روشن کیا جائے وغیرہ وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے حصول کے بعد قرآن کے باطنی علوم اور اس کے اسرار ومعارف کا انسان کے قلب پر انکشاف ہوتا ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆
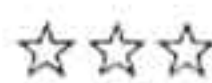
خلیق احمد مفتی، عجمان

شفاعت

قیامت کے روز شفاعت (یعنی: سفارش) برحق ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے، البتہ اس کی کچھ شرائط ہیں جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:۔

(۱) "شافع" کیلئے اللہ کی طرف سے اجازت

شافع (یا: شفیع) یعنی قیامت کے روز جو کوئی کسی کیلئے شفاعت کرے گا اس کیلئے اللہ کی طرف سے اس شفاعت کی اجازت ضروری ہے، اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت کا مجاز نہیں ہوگا، کیونکہ شفاعت صرف اللہ ہی کی ملک ہے اور یہ محض اللہ ہی کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ کسی کو شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے یا نہ فرمائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَه' مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ.

کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کی حکومت اسی کیلئے ہے، تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الزمر: ۴۴)

اسی طرح ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلاَّ بِاِذْنِهٖ

کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے۔ (البقرۃ: ۲۵۵)

(۲) "مشفوع" کیلئے اللہ کی رضامندی

یعنی جس کسی کو اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت مرحمت ہوگی اس کیلئے بھی یہ اجازت عام نہیں ہوگی کہ وہ اپنی مرضی سے جس کیلئے چاہے شفاعت کرے، بلکہ اسے صرف اسی کی شفاعت کی اجازت ہوگی کہ جس کیلئے شفاعت خود اللہ کو منظور ہو۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَكَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لاَ تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلاَّ مِنْ بَعْدِ اَنْ

يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضىٰ.

اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی شفاعت کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کیلئے چاہے اجازت دے دے۔ (النجم:۲٦)

نیز ارشاد ہے:

وَلاَ يَشْفَعُوْنَ اِلاَّ لِمَنِ ارْتَضىٰ

وہ (فرشتے) کسی کی بھی شفاعت نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو۔ (الانبیاء:۲۸)

یعنی یہ فرشتے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مقرب ترین مخلوق ہیں ان کو بھی اللہ کی طرف سے صرف انہی لوگوں کیلئے شفاعت کی اجازت ملے گی کہ جن کیلئے شفاعت خود اللہ کو منظور ہوگی، ان کے سواوہ کسی اور کی شفاعت کے مجاز نہیں ہوں گے۔

نیز ارشاد ہے:

مَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلاَ شَفِيْعٍ يُّطَاعُ

ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا نہ سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے گی۔ (مومن:۱۸)

نیز ارشاد ہے:

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ

پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔ (المدثر:۴۸)

نیز ارشاد ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالاَ يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلآءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لاَيَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلاَ فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالىٰ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ.

اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ کو معلوم ہی نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ (یونس:۱۸)

خلاصہ:۔ یہ ہے کہ قیامت کے روز شفاعت برحق ہے، البتہ اس کی مذکورہ بالا دو شرائط ہیں جن کا محقق ہونا ضروری ہے۔ یعنی:

(۱) صرف وہی شفاعت کا مجاز ہوگا جسے اللہ کی طرف سے اس کی اجازت مرحمت کی جائے گی۔

(۲) شفاعت کا مجاز شخص بھی صرف اسی کی شفاعت کر سکے گا جس کیلئے شفاعت خود اللہ کو منظور ہوگی۔ واللہ اعلم۔

شفاعت کی اقسام

قیامت کے روز مختلف مواقع پر مختلف انواع واقسام کی شفاعت ہوگی اور شفاعت کرنے والی ہستیاں بھی متعدد ہوں گی، ان مواقع میں سے دو ایسے مواقع ہوں گے جو صرف رسول اللہ ﷺ کیلئے مخصوص ہوں گے، اس بارے میں تفصیل درجِ ذیل ہے:

(شفاعتِ عظمیٰ:(شفاعة فی أهل الموقف)

قیامت کے روز جب محشر کی ہولناکیوں کی وجہ سے تمام انسان انتہائی حیران و پریشان اور تھکاوٹ سے چور ہوں گے، اس وقت وہ یکے بعد دیگرے مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کی خدمت میں شفاعت کی غرض سے حاضر ہوں گے، تاکہ یہ انبیائے کرام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں تمام انسانوں کیلئے اس بات کی شفاعت کریں کہ اب حساب وکتاب کا سلسلہ شروع کیا جائے تاکہ اس طویل ترین اور ہولناک ترین مرحلہ کا جلد اختتام ہو سکے، اس موقع پر صورتِ حال کی شدید نزاکت کے پیشِ نظر وہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام (اپنے تمامتر مقام ومرتبے کے باوجود) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس شفاعت سے معذرت کا اظہار کر دیں گے، بالآخر سب ہی انسان اپنی یہی غرض اور فریاد لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، چنانچہ آپ ﷺ اللہ کی اجازت سے تمام انسانوں کیلئے اس مقصد کیلئے ''شفاعت'' فرمائیں گے، جس کے نتیجے میں محاسبہ (یعنی تمام انسانوں کے حساب وکتاب) کے مرحلہ کا آغاز کیا جائے گا۔

اس شفاعت کے بارے میں درج ذیل امور قابل ذکر ہیں:۔

☆......قیامت کے روز یہ سب سے پہلی نیز سب سے اہم ترین شفاعت ہوگی۔

☆......اسی شفاعت کو'' شفاعت عظمیٰ'' یا:'' شفاعت کبریٰ'' کہا جاتا ہے۔

☆......یہ شفاعت تمام انسانوں کیلئے ہوگی تاکہ سب ہی کیلئے حساب وکتاب کا سلسلہ جلد شروع کیا جائے اور تمام انسانوں کو محشر کی ہولناکیوں سے جلد چھٹکارا نصیب ہو سکے۔

☆......اس سب سے پہلی اور اہم ترین شفاعت کا شرف صرف رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوگا، لہٰذا اس موقع پر تمام انسانوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا عنداللہ اصل مقام ومرتبہ ظاہر و

منکشف ہوگا اور سب ہی لوگ بشمول حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام آپ ﷺ کو رشک کی نگاہ سے دیکھیں گے، کیونکہ وہ کام جس کی جسارت جلیل القدر اور اولوالعزم انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام نہ کرسکے (یعنی شفاعت عظمیٰ) وہ کام رسول اللہ ﷺ نے سرانجام دیا، جوکہ یقیناً بہت ہی بلند ترین رتبہ ومقام اور انتہائی اعلیٰ ترین اعزاز ہے، جس پر سب ہی لوگ آپ ﷺ کی مدح وتعریف بیان کریں گے۔ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کیلئے جس ''مقام محمود'' کا تذکرہ ہے اس سے یہی اعزاز ورتبہ مراد ہے۔ ملاحظہ ہو یہ حدیث:۔

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَجْمَعت اللّٰهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ. صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب: ذرّیة من حملنا مع نوح انه کان عبداشکورا (۴۴۳۵) نیز: باب قول اللّٰہ تعالٰی "لما خلقت بیدی" (۲۹۷۴) نیز: باب کلام الرب عزوجل یوم القیامة مع الانبیاء وغیرهم (۷۰۷۲) نیز: صحیح مسلم: باب ادنیٰ اهل الجنة منزلة فیها (۱۹۳) (۱۹۴) نیز کتب تفسیر (خصوصاً ابن کثیر) میں: ﴿عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل/الاسراء: ۷۹) کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

(۲) اہل جنت کیلئے جنت میں داخلہ کی شفاعت

رسول اللہ ﷺ جنت کا دروازہ کھولے جانے کی غرض سے شفاعت فرمائیں گے تاکہ اہل جنت کو جنت میں داخلہ نصیب ہوسکے، چنانچہ آپ ﷺ کی شفاعت پر ہی جنت کا دروازہ کھولا جائے گا، جس پر سب سے پہلے خود آپ ﷺ اور پھر آپ ﷺ کے اُمتی جنت میں داخل ہوں گے۔

فائدہ:۔ جیسا کہ اس سے قبل یہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ مذکورہ دونوں مواقع پر شفاعت صرف رسول اللہ ﷺ کیلئے مخصوص ہوگی، کسی اور ہستی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوگا۔

(۳) اہل توحید میں سے گناہگاروں کیلئے جنت میں داخلہ کی شفاعت

یعنی اہل توحید میں سے بہت سے ایسے لوگ جو دنیا میں اپنی خطاؤں اور گناہوں کے باعث جہنم کے مستحق قرار دیئے جاچکے ہوں گے ان کیلئے شفاعت، تاکہ انہیں جہنم میں ڈالے بغیر ہی جنت میں داخل کردیا جائے، نیز ان میں سے بہت سے ایسے افراد جنہیں جہنم میں ڈالا جاچکا ہوگا ان کیلئے شفاعت، تاکہ انہیں جہنم کے عذاب سے نجات عطاء کی جائے اور جنت میں داخل کیا جائے۔

(۴) اہل جنت کیلئے رفع درجات کی شفاعت

یعنی جنت میں بہت سے افراد کے بارے میں اس بات کی شفاعت کی جائے گی کہ انہیں ان کی حیثیت

وران کے اعمال کے مطابق جو مقام ورتبہ دیا گیا ہے اس سے بڑھ کر انہیں مقام ورتبہ عطاء کیا جائے۔

(۵) ''اعراف'' والوں کیلئے جنت میں داخلہ کی شفاعت

یعنی وہ لوگ جن کے اچھے اور برے اعمال برابر ہوں گے اور انہیں جنت اور جہنم کے مابین ''اعراف'' نامی مقام پر رکھا گیا ہوگا، جہاں نہ عذاب ہوگا اور نہ ہی نعمتیں ہوں گی، ان کے بارے میں اس بات کی شفاعت کہ انہیں بھی جنت میں داخل فرمالیا جائے۔

فائدہ:۔

☆......جیسا کہ اس سے قبل وضاحت ہوچکی ہے کہ شفاعت کی مذکورہ اقسام میں سے پہلی دو اقسام (یعنی شفاعت عظمیٰ اور اس کے بعد جنت میں داخلہ کی شفاعت) صرف رسول اللہ ﷺ کیلئے مخصوص ہوں گی، جبکہ باقی اقسام عام ہیں، یعنی رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دیگر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی اس شفاعت کی اجازت ہوگی۔

☆......رسول اللہ ﷺ نیز دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ بھی مزید ایسی چند ہستیاں ہوں گی جنہیں قیامت کے روز شفاعت کی اجازت دی جائے گی، اس بارے میں درج ذیل تفصیل ملاحظہ ہو:

اہل ایمان

یعنی مؤمنین میں سے بہت سے افراد کو اس بات کی اجازت دی جائے گی کہ وہ جہنم میں بھیجے گئے اہل توحید کیلئے شفاعت کریں، تاکہ انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرلیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ مِنْ أُمَّتِیْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ، وَمِنْهُمْ مَنْ یَشْفَعُ لِلْقَبِیْلَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ یَشْفَعُ لِلْعَصَبَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ یَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوا الْجَنَّةَ.

میری امت میں سے کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کیلئے شفاعت کریں گے، کچھ ایسے ہوں گے جو پورے قبیلے کیلئے شفاعت کریں گے، کچھ (قبیلے کی کسی) شاخ کیلئے شفاعت کریں گے، اور کچھ ایسے بھی ہوں گے جو صرف کسی ایک انسان کیلئے شفاعت کرسکیں گے، حتیٰ کہ یہ سب (جن کیلئے مذکورہ بالا افراد شفاعت کریں گے) جنت میں داخل ہوجائیں گے یعنی ان کی شفاعت قبول کی جائے

گی۔(ترمذی: ۲۴۴۰ باب ماجاء فی الشفاعة)

ملائکہ

قیامت کے روز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اجازت سے ملائکہ بھی بہت سے اہل ایمان کیلئے شفاعت کریں گے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:۔

وَكَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لاَ تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلاَّ مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى.

اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی شفاعت کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کیلئے چاہے اجازت دے دے۔(النجم:۲۶)

اس سے معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی (اللہ کی اجازت سے) بہت سے اہل ایمان کی شفاعت کریں گے۔نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: شَفَعَتِ الْمَلاَئِكَةُ، وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ، وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ، وَلَمْ يَبْقَ اِلاَّ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ، فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْراً قَطُّ.

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ملائکہ بھی شفاعت کر چکے، انبیاء بھی شفاعت کر چکے، مؤمنین بھی شفاعت کر چکے، اب صرف ارحم الراحمین (یعنی خود اللہ تعالیٰ) ہی باقی رہ گیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ (جہنم کی) آگ میں سے مٹھی بھر کر ایسے لوگوں کو نکالیں گے جنہوں نے کبھی اچھا عمل انجام نہ دیا ہوگا۔(مسلم: ۱۸۳ باب اثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربهم سبحانه و تعالىٰ)

یعنی بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں قیامت کے روز کسی کی شفاعت کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت سے جہنم سے نجات عطاء فرمائیں گے، حالانکہ انہوں نے (اپنی دنیاوی زندگی میں) کبھی کوئی اچھا عمل بھی انجام نہ دیا ہوگا۔

نیز اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ قیامت کے روز ملائکہ، انبیاء کرام علیہم السلام، نیز اہل ایمان شفاعت کریں گے، جس کی بناء پر جہنم میں موجود بہت سے اہل توحید خطا کاروں کو جہنم سے

نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حافظ قرآن

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَرَأَ الْقُرآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ فَأَحَلَّ حَلاَلَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ، أَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ، وَشَفَّعَهُ فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارَ.

جس نے قرآن پڑھا اور اسے زبانی یاد بھی کیا، جس چیز کو قرآن نے حلال قرار دیا ہے اس نے بھی اسے حلال، اور جس چیز کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے اس نے بھی اسے حرام ہی سمجھا (یعنی اس کا عمل بھی قرآن کے مطابق ہو) اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے، نیز اسے اپنے گھر والوں میں سے دس ایسے افراد کی شفاعت کی اجازت بھی مرحمت فرمائیں گے کہ جن کے جہنمی ہونے کا فیصلہ صادر ہو چکا ہوگا۔ (ترمذی: ۲۹۰۵)

فوت شدہ نابالغ بچے

یعنی ایسے بچے جو کم سنی اور بچپن میں فوت ہو گئے ہوں، قیامت کے روز وہ اپنے والدین کی شفاعت کریں گے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے کہ جب انہیں اللہ کی طرف سے جنت میں جانے کا حکم دیا جائے گا تو وہ اس بات کی ضد کریں گے کہ وہ اپنے والدین کو بھی اپنے ہمراہ جنت میں ہی لے کر جائیں گے، چنانچہ ان کی اس مسلسل ضد اور اصرار کی وجہ سے ان کے والدین کو بھی جنت میں جانے کی اجازت دیدی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَمُوْتُ لَهُمَا ثَلاَثَةُ أَوْلاَدٍ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلاَّ أَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ وَاِيَّاهُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ الْجَنَّةَ، يُقَالُ لَهُمْ: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُوْنَ: حَتّٰى يَجِئَ أَبَوَانَا، قَالَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، فَيَقُوْلُوْنَ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَيُقَالُ لَهُمْ: ((اُدْخُلُوْا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَبَوَاكُمْ)).

ایسے دو مسلمان (والدین) جن کے تین نابالغ بچے فوت ہو گئے ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے انہیں (یعنی ان بچوں اور ان کے والدین کو بھی) جنت میں داخل فرمائیں گے۔ انہیں (یعنی بچوں کو) کہا جائے گا کہ: ''جنت میں داخل ہو جاؤ''۔ وہ کہیں گے کہ:

''ہمارے والدین بھی ہمارے ساتھ ہی آئیں''۔ انہیں تین بار یہی حکم دیا جائے گا، اور ہر بار وہ یہی جواب دیں گے۔ تب انہیں کہا جائے گا کہ: ''تم اپنے والدین سمیت جنت میں داخل ہو جاؤ''۔ (احمد: ۱۰۶۳۰، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

اسباب شفاعت

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسلمان کیلئے چند ایسے اعمال ہیں جن کا اہتمام والتزام اس کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ جہنم سے نجات اور دخولِ جنت کا سبب وذریعہ بن جائے گا، بلکہ اللہ کی قدرت و اجازت سے یہ اعمال خود بندے کیلئے دخولِ جنت کی شفاعت کریں گے اور بندے کے حق میں ان کی شفاعت عنداللہ مقبول ہوگی، لہٰذا ان اعمال کا خوب ذوق وشوق، ہمت وکوشش اور دل جمعی کے ساتھ اہتمام والتزام کرنا چاہئے، اس بارے میں تفصیل یہ ہے:

تلاوت قرآن

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِقْرَؤُوا الْقُرآنَ فَاِنَّہٗ یَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَفِیْعاً لِأَصْحَابِہٖ

قرآن کریم کی (خوب زیادہ) تلاوت کیا کرو، کیونکہ یہ (قرآن) قیامت کے روز اپنے ساتھیوں (یعنی قرآن کی تلاوت کرنے والوں) کیلئے شفیع (یعنی سفارش کرنے والا) بن کر آئے گا۔ (مسلم: ۸۰۴)

لہٰذا تلاوت قرآن کریم کا زیادہ سے زیادہ اہتمام والتزام ہونا چاہئے، نیز اس موقع پر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ تلاوتِ قرآن کے وقت آدابِ تلاوت کی پابندی ورعایت بھی ازحد ضروری ہے، خصوصاً قرآن کریم کے معانی ومفاہیم میں فکر وتدبر، قرآن کریم میں موجود اوامر ونواہی کی پابندی وتعمیل، قرآن کریم کی تعلیمات پر مکمل صدق دل اور اخلاص نیت کے ساتھ عمل کا اہتمام والتزام اور ان تعلیمات کو اپنی روزمرہ زندگی میں جاری وساری کرنا، کیونکہ نزول قرآن کا اصل اور بنیادی مقصد تو یقیناً یہی ہے۔

روزہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلصِّيَامُ وَالْقُرآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: أى رَبِّ مَنَعْتُه' الطَّعَامَ وَالشَّهوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ، وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِی فِيْهِ، (قال) ((فَيُشَفَّعَانِ)).

روزے اور قرآن قیامت کے روز بندے کیلئے شفاعت کریں گے۔ روزے یوں کہیں گے: ''اے میرے رب! میں نے اسے دن کے وقت کھانے (پینے) اور شہوتوں سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما''۔ اور قرآن یوں کہے گا: ''میں نے اسے رات میں سونے سے روکے رکھا لہٰذا اسکے بارے میں میری شفاعت قبول فرما''، (آپ ﷺ نے) فرمایا: ''تب ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی'')۔ (احمد:۶۶۲۶) (یعنی جوکوئی رمضان میں یا اور کسی بھی مہینے یا موسم میں بوقتِ شب نفل نماز کے دوران یا کسی بھی شکل میں تلاوت قرآن کریم کا اہتمام کرتا ہو اس کی طرف اشارہ مقصود ہے)۔

مدینہ منورہ میں قیام

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

لاَ يَصْبِرُ عَلى لأْ وَاءِ الْمَدِينَةِ وَشِدَّتِهَا أحَدٌ مِنْ أُمَّتِى اِلاَّ كُنْتُ لَه' شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أو شَهِيْداً.

میری امت میں سے جوکوئی بھی مدینہ کی سختیوں پر صبر کرے گا قیامت کے روز میں اس کیلئے شفاعت کرنے والا یا گواہی دینے والا ہوں گا۔ (مسلم:۱۳۷۸۔ ابن حبان:۳۷۴۰۔ ترمذی:۳۹۲۴۔ احمد:۷۸۵۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مدینہ منورہ میں مستقل سکونت و رہائش اختیار کرے اور وہاں کی شدید ترین گرمی و سردی، موسم کی شدت و سختی، یا کسی بھی لحاظ سے ناموافق و تکلیف دہ حالات کے باوجود صبر و تحمل اور ثابت قدمی سے کام لیتے ہوئے وہیں مقیم رہے تو اس خوش نصیب انسان کیلئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیامت کے روز شفاعت کی خوشخبری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کیلئے طلب ''وسیلہ''

''الوسیلہ'' سے مراد جنت میں ایک خاص اور اعلیٰ ترین مقام ہے جو کہ تمام انسانوں میں صرف

کسی ایک انسان کو عطاء کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِذا سَمِعْتُمُ الْمُؤذِّنَ فَقُوْلُوا مِثْلَ مَايَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَاِنَّه مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلاَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْراً، ثُمَّ سَلُوااللّٰهَ لِي الْوَسِيْلَةَ،فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لاتَنْبَغِي اِلاَّ لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ، وَأَرْجُو أن أكُوْنَ أنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ اللّٰهَ لِيَ الوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ.

جب تم مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو، تو وہی کلمات دہراؤ جو وہ کہتا ہے، اس کے بعد مجھ پر درود وسلام پڑھو، کیونکہ جس کسی نے ایک بار مجھ پر سلام پڑھا، اللہ اس پر دس بار اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر اللہ سے میرے لئے ''وسیلہ'' طلب کرو، جو کہ جنت میں ایسا (خاص) مقام ہے کہ جو اللہ کے تمام بندوں میں سے صرف کسی ایک کو ہی نصیب ہوگا، اور مجھے یہ امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا، جو کوئی اللہ سے میرے لئے ''وسیلہ'' طلب کریگا، قیامت کے روز وہ (میری) شفاعت کا مستحق ہوگا۔ (مسلم: ۳۸۴ باب صفۃ الاذان۔ ترمذی: ۳۶۱۲ کتاب المناقب)

لہٰذا اذان کے بعد جو مسنون دعاء پڑھی جاتی ہے اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے رسول اللہ ﷺ کیلئے روزِ قیامت ''مقامِ محمود'' نیز ''وسیلہ'' کی دعاء مانگی جاتی ہے۔

اللہ کرے ہم ان خوش نصیبوں میں شامل ہوں جنہیں روزِ قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ آمین یا رب العالمین۔

☆☆☆

کامل مسلمان اور کامل مہاجر کون؟

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عَنْ عَبْدِاللّٰہ بْنِ عَمْرٍو رضی اللّٰہ عنہما عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُہَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَہَی اللّٰہُ عَنْہُ (بخاری ج ۱ ص ۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے۔

تشریح:۔ اس حدیث پاک میں ہاتھ اور زبان کی تخصیص اس لیے فرمائی گئی ہے کہ عام طور پر ایذا رسانی کے یہی دو ذریعے ہیں ورنہ یہاں ہر وہ چیز مراد ہے جس سے تکلیف پہنچ سکتی ہو، خواہ وہ ہاتھ ہوں یا زبان، یا کوئی اور چیز۔

حدیث کے دوسرے جز میں حقیقی مہاجر کی تعریف کی گئی ہے، یوں تو مہاجر ہر اس شخص کہتے ہیں جس نے راہ خدا میں اپنا وطن، اپنا گھر اور ملک چھوڑ کر دار الاسلام کو اپنا وطن بنالیا ہو، اسلام اس قربانی کو نہایت عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور اس کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں، لیکن اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس ہجرت کے علاوہ ایک ہجرت اور بھی ہے جس کا زندگی کے ساتھ ہمیشہ کا تعلق رہتا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں سے اپنے بندوں کو منع فرمایا ہے مؤمن ان سے پرہیز کرتا رہے، اور اللہ کی رضا و خوشنودی کی تلاش میں نفسانی خواہشات بالکل چھوڑ کر پاکیزہ نفسی اختیار کرے، ایسا شخص حقیقی مہاجر کہلانے کا مستحق ہے۔

مولانا محمد بشیر صاحب

اسلامی درسگاہوں میں
تعلیم قرآن کا جامع اور صحیح طریقہ رائج کریں

جناب محمد بشیر صاحب نے اپنے تجربات کی روشنی میں تعلیمِ قرآن کریم سے متعلق درج ذیل تجاویز تحریر فرمائی ہیں جو قابل ملاحظہ ہیں، تاہم اگر دیگر حضرات اس موضوع سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمانا چاہیں تو البلاغ کے صفحات حاضر ہیں۔..........(ادارہ)

یہ امر کسی صاحب علم سے مخفی نہیں ہے کہ ہمارے ملک بلکہ برصغیر پاک و ہند کے پورے علاقے کی اسلامی درسگاہوں بلکہ سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی، قرآن کریم کی تعلیم و تدریس کا جو طریقہ عرصۂ دراز سے رائج چلا آرہا ہے وہ 'ترجمہ قرآن کریم' کے نام سے معروف ہے۔ یہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے مرحلے میں تین چار سال تک جاری رہتا ہے۔ اور اس کی تدریس یوں ہوتی ہے کہ درس کے آغاز پر ایک طالبعلم مقررہ آیات تلاوت کرتا ہے، پھر معلم ان آیات کریمہ کا اپنی مقامی زبان اردو، پشتو یا سندھی وغیرہ میں ترجمہ سکھاتا ہے۔ وہ ان کا ترجمہ کرتے ہوئے ان میں مذکور مشکل الفاظ اور تراکیب کی حسب ضرورت تشریح بھی کرتا جاتا ہے۔ طلبہ اور طالبات اس ترجمہ اور تشریح کو نہایت توجہ اور انہماک سے سنتے ہوئے یاد کرلیتے ہیں۔ کچھ مدرسین اور شیوخ خصوصاً تفسیر قرآن کے مرحلے میں قرآنی مطالب کی تفسیر کو املا بھی کرادیتے ہیں۔

بلاشبہ قرآن کریم کی تعلیم و تدریس اور تفسیر کے اس طرز سے زیر تعلیم طلبہ کو مختلف قسم کے تعلیمی اور دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ (۱) وہ قرآن کریم کے لفظی اور بامحاورہ معنی سیکھ لیتے ہیں۔ (۲) وہ قرآنِ کریم کے الفاظ اور تراکیب کو سمجھنے لگتے ہیں اور کسی حد تک ان کی لغوی، صرفی اور نحوی تشریح سے آگاہ ہوجاتے ہیں۔ (۳) وہ قرآن حکیم کا ترجمہ اور تشریح نیز تفسیر پڑھ کر اس کے متن کے براہ راست فہم و مطالعہ کی اہلیت حاصل کرلیتے ہیں، اور قرآنی احکام اور ارشادات سے استفادہ کے اہل ہوجاتے ہیں۔

چنانچہ ان متعدد فوائد کی بنا پر ''ترجمہ قرآن حکیم'' کا یہ مضمون ہماری تمام چھوٹی اور بڑی درسگاہوں میں جاری وساری ہے اوراس کی افادیت پر تمام علماء اور مدرسین کا اتفاق ہے۔

تنقیدی نظر

میں اس امر سے اتفاق کرتا ہوں کہ ترجمہ قرآن کریم کی تدریس سے مذکورہ بالا فوائد حاصل ہوتے ہیں اوراس مضمون کے مروجہ طریقۂ تدریس کی اتنی افادیت ایک مسلمہ حقیقت ہے، لیکن قرآن کریم کی تعلیم وتدریس کے یہ فوائد خود ناکافی اور محدود ہیں اور یہ اس کی تعلیم وتدریس کے کئی بنیادی تعلیمی مقاصد کا احاطہ نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ طریقۂ تدریس عالمی سطح پر مسلمہ تعلیمی معیار پر پورا نہیں اترتا اور بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت کے کم ازکم لازمی تقاضوں کی تکمیل نہیں کرتا۔ چنانچہ انہی اسباب کی بنا پر ہمارے نونہالوں کی تعلیم وتربیت کے کئی اہم اور بنیادی گوشے تشنہ رہ جاتے ہیں۔ اور مملکت پاکستان میں ہماری دینی اور تعلیمی ضروریات کی تکمیل کیلئے جس طرح کے ماہر معلمین، اساتذہ، علماء اور اسکالرز کی ضرورت ہے ان کی تعلیم وتربیت میں بھی یہی ناقص طریقۂ تدریس نافذ وغالب ہے، اس لئے بہتر نتائج حاصل نہیں ہوتے۔ اس طریقۂ تدریس کے فوائد کے مقابلے میں نقصانات زیادہ ہیں۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس میں زیرتعلیم بچوں کو قرآن کریم کی آیات کریمہ کا صرف مقامی زبان میں ترجمہ کرنے پر لگا کر اس کی آسان عربی زبان اور ادب کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور انہیں اس کو لکھنے یا بولنے کی کوئی تربیت نہیں دی جاتی۔ بلکہ انہیں ایسی تربیت یا مشق سے کئی سال تک مسلسل لاتعلق رکھتے ہوئے ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو اتنا جامد کردیا جاتا ہے کہ اس کے بعد وہ عربی زبان وادب میں اچھی صلاحیت یا بلند مقام کا سوچ بھی نہیں سکتے، اور اس بارے میں ہمیشہ کیلئے مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

اس لئے تعلیم قرآن کریم کے مروجہ طریقۂ تدریس کی فوری اصلاح کرتے ہوئے اسے اپنے قومی اور ملی مقاصد اور تعلیم وتربیت کے جدید تقاضوں کے مطابق ترقی دینا ضروری ہوجاتا ہے۔ میں دینی مدارس کے اساتذہ، مہتمم حضرات اور تعلیمی وفاقوں کے ذمہ دار بلند مرتبہ علماء اور شیوخ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری ان گزارشات پر توجہ فرمائیں۔ إن أريد إلا الا صلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله.

ہمارے پورے تعلیمی نظام کا اہم ترین مضمون تعلیم قرآن کریم ہے اور زیر تعلیم طلبہ و طالبات کو اس کی بہتر تعلیم و تفہیم کی خاطر انہیں عربی زبان و ادب اور حدیث و فقہ نیز اصول کے کئی علوم وفنون کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس لیے ایک ایسی جماعت، جسے ہم مستقبل میں امت کی تعلیمی اور فکری قیادت کے لیے تیار کررہے ہیں اور وہ عنقریب معلم، ادیب، مفتی و خطیب اور محدث و مفسر کی عظیم ذمہ داریوں کو سنبھالیں گے، کو کتاب اللہ اور فرقان حمید کی تعلیم و تدریس کا طریقہ اور منہج ایسا جامع، منظّم اور مثالی ہونا چاہئے جو انہیں قرآنی الفاظ اور عبارتوں کا ترجمہ سکھانے کے ساتھ ساتھ ان کی عمدہ فکری، لسانی اور ادبی تربیت و مہارت کی اساس بن سکے۔

صرف لفظی ترجمہ رٹنے کا متعدی مرض

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ تعلیم قران کریم کا یہ عظیم ترین مضمون اس کی عبارت کا صرف لفظی اور زبانی ترجمہ رٹنے اور رٹانے تک محدود چلا آرہا ہے اور تین چار سال تک اس نہج پر چلتا رہتا ہے، اور ایسا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا کہ اس مضمون کے دوسرے سال یا اگلے سالوں میں اس کے تعلیمی مقاصد یا تدریسی نہج میں مزید ترقی کرتے ہوئے اس میں مزید تعلیمی مقاصد کا اضافہ کردیا جائے۔ نتیجتاً معلمین اور طلبہ و طالبات سب کی نظریں اسی لفظی ترجمہ کو پڑھنے اور پڑھانے اور یاد کرنے تک مرکوز اور محدود رہتی ہیں۔ رہا قرآن کریم کا اصل عربی متن تو وہ ان سب کی نظروں سے اس قدر اوجھل رہتا ہے کہ اس پورے عرصے میں انہیں اس کی عبارتوں، استعمالات اور الفاظ کے فہم و مطالعہ پر کوئی بحث یا مشق نہیں کرائی جاتی۔ اس لیے وہ قران کریم کے نہایت آسان عربی استعمالات اور محاوروں سے بھی ناواقف رہتے ہیں اور مشہور قرآنی افعال کے مادوں اور ان کے صلات تک کو نہیں سمجھتے۔

ہماری اسلامی درسگاہوں میں تعلیم قرآن ایسے بنیادی اور اہم اسلامی مضمون کا یہ جمود نسل درنسل چلا آرہا ہے اور اس نے ہمارے لاکھوں ذہین اور محنتی نوجوانوں کی تعلیم و تربیت پر کئی منفی اثرات ڈالے ہیں جن میں سے سب سے زیادہ نمایاں نقصان یہ ہے کہ ان لاکھوں نوجوانوں کو کتاب حکیم کی عربی زبان و ادب کے فہم و مطالعہ سے اس حد تک محروم رکھا جاتا ہے کہ اس کی تدریس تین چار سال کا طویل عرصہ جاری رہنے کے باوجود معلمین یا طلبہ کو اس پر عربی زبان میں چند صفحات لکھنے یا بولنے کی مشق نہیں کرائی جاتی۔

آپ کو شاید دنیا کے کسی ترقی یافتہ تعلیمی نظام میں کسی کتاب یا کورس کا محض لفظی ترجمہ رٹانے کے اس جمود کی ایسی کوئی مثال نہ ملے جو ہماری درسگاہوں میں سالوں تک جاری رہتا ہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ جمود عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے۔

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ عام لوگ جو کسی مستند تعلیمی درسگاہ میں نہ پڑھتے ہوں وہ اگر اپنی کاروباری مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر صرف ترجمہ قرآن پڑھیں تو یہ ان کے لیے بہت کام کی بات ہے، کہ وہ اس طرح قرآن کریم کے الفاظ کا لفظی ترجمہ یاد کرکے اللہ تعالیٰ کے احکام اور ارشادات سے آگاہ ہورہے ہیں۔ لیکن جس گروہ نے اپنی عمروں کا بہترین وقت صرف تعلیم کیلئے وقف کیا ہوا ہے اور وہ اسلامی تعلیم اور عربی زبان کے تمام بنیادی علوم وفنون کو سالہا سال پڑھیں گے اور مستقبل میں بلند علمی مناصب پر فائز ہوں گے، کیا وہ بھی ان عام لوگوں کی طرح سالوں تک قرآن کریم کا صرف لفظی ترجمہ ہی رٹتے رہیں؟

ایسی صورتحال میں یہ لازمی اور مفید ہوگا کہ جب ان میں مناسب صلاحیت موجود ہوتی ہے اور وقت کی گنجائش بھی ہوتی ہے تو انہیں اس کتاب حکیم کا مقامی زبان میں ترجمہ کرنے کے علاوہ اس کی آسان اور مبارک عربی لغت، محاوروں اور استعمالات پر مفید معلومات فراہم کی جائیں اور پھر ان معلومات کو ان کے ذہنوں میں راسخ کرنے اور ان کے عملی استعمالات کی تربیت دینے کی غرض سے ان سے متنوع مشقیں حل کرائی جائیں۔

ہم تعلیم قرآن اور عربی زبان کے اچھے معلّم کیوں تیار نہ کرسکے؟

ہماری عظیم درسگاہوں میں کتاب اللہ کی تعلیم وتدریس جس سادہ اور ناقص طریقے پر چلی آرہی ہے اس کے مضر اثرات کی وسعت کا جائزہ لینے کیلئے ان پہلوؤں پر غور کرنا مفید ہوگا:

اولاً:...... ہمارے طلبہ اور طالبات اپنی نوعمری میں پوری لگن اور شوق سے اپنا تعلیمی سفر شروع کرتے ہیں، اس لئے یہ ان کی عمدہ تعلیم، بہتر تربیت اور تخلیقی صلاحیتوں کی اچھی نشوونما کا سنہری وقت ہوتا ہے، اور انہیں عربی زبان کو لکھنے اور بولنے کا ابتدائی سلیقہ اور تربیت دینے کا بھی یہی فطری وقت ہوتا ہے لیکن چونکہ ہماری درسگاہوں میں مروجہ طریقۂ تدریس کا زیادہ زور عربی عبارتوں کا لفظی ترجمہ

رٹنے اور صرف ونحو کی گردانوں اور قواعد کو استعمالات کے بغیر یاد کرنے پر ہی رہتا ہے، اس لئے ہمارے نہایت ذہین اور محنتی بچے بھی عربی ایسی آسان زبان کو لکھنے اور بولنے کی مشق نہیں کرتے۔ اور وہ قدرتی طور پر اس پہلو میں جمود کا شکار ہوتے ہیں جو آگے جا کر عملی زندگی میں ان کیلئے طرح طرح کی مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ اس وقت جو طریقہ تدریس ہمارے ہاں رائج ہے اس میں طالبعلم سورۂ فاتحہ سے لے کر والناس تک پڑھتے ہوئے عربی میں چند صفحات بھی لکھنے کی مشق نہیں کرتا۔

ثانیاً:...... پھر اس ایک مضمون کے طریقہ تدریس کی پسماندگی صرف اس ایک مضمون تک محدود نہیں ہے، بلکہ اکثر معلمین تعلیم و تدریس کے فن سے نا آشنا ہوتے ہیں اور مدارس کی انتظامیہ بھی انہیں فن تعلیم میں تربیت اور تدریب کے مواقع فراہم نہیں کرتی، اس لئے وہ اس پرانے طریقہ تدریس کو آسان اور چلتا ہوا سکہ خیال کرتے ہوئے اپنائے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت ہماری درسگاہوں میں اکثر مضامین کی تدریس اسی لفظی اور زبانی ترجمہ اور تشریح تک محدود رہتی ہے اور یہ طرز تدریس سال اول سے لے کر شهادة العالية اور شهادة العالمية تک بلکہ اس سے بھی آگے تخصص کی اقسام (تخصص فی التفسير، تخصص فی الحديث، تخصص فی الفقه والافتاء وغیرہ) اور یونیورسٹی کے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کورس میں بھی جاری رہتا ہے۔ یوں کاہلی اور جمود کا یہ متعدی مرض نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے۔

ثالثاً:...... ہمارے عربی مدارس اور اسلامی درسگاہوں میں رائج اس ناقص اور مضر طریقہ تدریس کا ایک وسیع اور قومی سطح کا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ یہ درسگاہیں آج تک سرکاری اور غیر سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں عربی زبان و ادب اور اسلامی علوم کی معیاری تدریس کیلئے اچھے معلمین اور اساتذہ تیار نہیں کرسکیں کیونکہ جن معلمین نے خود ایسے ماحول میں تعلیم پائی ہوتی ہے وہ عملی زندگی میں تدریس کا جدید اور ترقی یافتہ انداز اپنانے سے قاصر ہوتے ہیں۔ یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ **فاقد الشیئی لا یعطیه** (جو شخص خود کسی خوبی سے محروم ہو وہ یہ خوبی دوسروں کو نہیں دے سکتا)۔ انہی اسباب کی بنا پر ہم قیام پاکستان کے بعد سے آج تک ماہر معلمین اور اساتذہ کی تیاری کے اس خلا کو پر نہیں کر سکے۔

(جاری ہے)

محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین سے درخواست ہے کہ صرف ایسے علمی، ادبی اور معاشرتی سوالات ارسال کیے جائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے پرہیز کیجئے۔ (ادارہ)

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حامد کے ماموں عمران کا انتقال ہوگیا اور عمران شادی شدہ تھا اب عمران کا بھانجا حامد اپنی ممانی سے شادی کرنا چاہتا ہے، کیا حامد کا اپنی ممانی سے شادی کرنا جائز ہے؟ اور کیا یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؟

(نعمت جمیل۔ کراچی)

جواب:۔ اس صورت میں حامد کا اپنی ممانی سے شادی کرنا جائز ہے، اور یہ نکاح شرعاً منعقد ہوجائے گا، بشرطیکہ حرمت کی کوئی اور وجہ موجود نہ ہو۔

سوال:۔ شوہر بیوی پر بے انتہاء سختی کرے اور معمولی سی بات پر اس کو گالی دے اور بیٹوں کے سامنے اس کو برا بھلا کہے اور مار پیٹ سے بھی گریز نہ کرے، اور جب بیوی اس کو راضی کرنے کی کوشش کرے تو راضی ہونے کے بجائے مزید مار پیٹ پر اُتر آئے، اور بہت مشکل سے راضی ہوجائے، الغرض ہر معاملہ میں سخت رویہ سے پیش آئے، خوش اخلاقی سے پیش نہ آئے، شریعت میں ایسے شوہر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اگر شوہر اپنی بیوی پر بے جا ظلم وتشدد کرتا ہے اور اس کو اس قدر مار پیٹ کرتا ہے جو اس کے لئے نا قابل برداشت ہو تو بلاشبہ شوہر کا یہ معاملہ سخت ظلم ہے اور تعنت میں داخل ہے اور شوہر کو چاہئے کہ وہ ایسے کام سے توبہ کرے اور خوف خدا کرے کیونکہ یہ عمل قرآن کے صریح خلاف ہے اور اگر وہ باز نہ آئے تو اس عورت کو چاہئے کہ کسی طرح اپنے شوہر سے طلاق لے لے یا باہمی رضامندی سے خلع کرلے لیکن اگر باوجود کوشش کے ان میں سے کوئی صورت نہ بن سکے تو عورت کو چاہئے کہ اپنا مقدمہ عدالت میں پیش کرے پھر قاضی صورت حال کی پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا مذکورہ دعویٰ صحیح ثابت ہوجائے کہ واقعۃً اس کا شوہر اس پر بے جا ظلم وتشدد کرتا ہے اور نا قابل برداشت تکلیف پہنچاتا ہے تو حاکمِ عدالت ظلم وتشدد

کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کا فیصلہ صادر کرسکتا ہے۔

سوال:۔ شوہر کن امور پر اور کس حد تک بیوی کو مارسکتا ہے، اور کس حد تک سختی کرسکتا ہے؟

جواب:۔ اگر عورتوں کی طرف سے نافرمانی کا صدور یا اس کا اندیشہ ہو تو پہلا درجہ ان کی اصلاح کا یہ ہے کہ نرمی سے ان کو سمجھاؤ اور اگر وہ محض سمجھانے بجھانے سے باز نہ آئیں تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کا بستر اپنے سے علیحدہ کردو تاکہ وہ اس علیحدگی سے شوہر کی ناراضی کا احساس کرکے اپنے فعل پر نادم ہو جائیں اور جو اس شریفانہ سزا و تنبیہ سے متاثر نہ ہو تو پھر اس کو معمولی مار مارنے کی بھی اجازت ہے جس سے اس کے بدن پر اثر نہ پڑے اور ہڈی ٹوٹنے یا زخم لگنے تک نوبت نہ آئے اور چہرہ پر مارنے کو مطلقاً منع فرمایا گیا ہے، مگر اس مار کی بھی صرف اجازت ہے مگر بہتر یہ ہے کہ عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی عورت کو نہیں مارا، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنی بیوی کو مارتے ہیں وہ بہتر لوگ نہیں ہیں۔

سوال:۔ کبوتر پالنا کیسا ہے خواہ وہ شوقیہ ہوں یا کبوتر بازی کی شکل میں ہوں۔ اگر جائز ہیں تو کیا شرائط ہیں اور ناجائز ہیں تو کس مد میں۔ اور پرندوں کو شوقیہ پالنا کیسے درست ہے۔ اور اگر کسی کا کوئی سدھایا ہوا کبوتر غلطی سے میرے پاس آجائے اور مالک کا پتہ نہ ہو تو اس کا کیا کیا جائے؟

(محمد عمران گودھروی، میرپورخاص سندھ)

جواب:۔ کبوتر اور دیگر پرندے گھر میں پالنا درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے:

(۱) اس کے پالنے میں کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ (۲) اس کے ذریعہ دوسرے پرندے کو پکڑنا مقصود نہ ہو۔ (۳) اس کی خوراک کا بندوبست کیا جائے۔ (۴) اس کا پنجرہ اتنا بڑا ہو کہ اسے اس پنجرہ میں اذیت نہ ہو۔ (۵) اس کے مالک کی عدم موجودگی میں اس کی خوراک کا مکمل انتظام ہو۔

(۲)...... مذکورہ کبوتر لقطہ کے حکم میں ہے جس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر اس کے مالک کے بارے میں معلوم ہو تو اسے لوٹانا ضروری ہے کیونکہ یہ امانت کے حکم میں ہے، لیکن اگر مالک نہ ملے اور مالک کے ملنے کی امید نہ رہے تو پھر صدقہ کردے، اگر خود مستحق ہو تو خود استعمال کرلے لیکن اگر بعد میں مالک آجائے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس کا تاوان لے یا اسی صدقہ کو برقرار رکھے۔

سوال:۔ (۱)۔ ایک شخص جان بوجھ کر اپنے پھوڑے یا پیپ والے دانے کے اوپر زور

دیتا ہے جس سے خون یا پیپ نکل آتی ہے جبکہ وہ شخص وضو سے ہو۔ تو کیا اس شخص کا وضو ٹوٹ جائے گا یا باقی رہے گا؟

(۲)۔ ایک شخص وضو کررہا ہے۔ جب چہرہ دھوتا ہے۔ تو داڑھی کے بال گرتے ہیں اسی طرح جب کنگھا کرتا ہے تو اس وقت بھی داڑھی کے بال گرتے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ وضو کرتے وقت داڑھی کے بالوں کو وضو خانے کی نالی میں گرنے دیں یا کنگھا کرتے وقت زمین پر گرتے رہیں اور ہم نہ اُٹھائیں۔ داڑھی کے ان بالوں کا کیا جائے؟ صحیح طریقہ سے آگاہ فرمائیں، اور بعض لوگ ناخنوں کو کاٹنے کے بعد نالی میں یا کوڑا کرکٹ والی جگہ پر پھینک دیتے ہیں کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

(۳)۔ داڑھی کا خط کہاں سے کہاں تک بنوانا جائز ہے نیز حدیث مبارکہ میں آیا ہے داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔ بعض علماء اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ مونچھوں کو استرے سے صاف کیا جائے۔ جبکہ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ مونچھوں پر مسواک رکھ کر چھوٹا کرتے تھے، مسنون طریقہ سے آگاہ فرمائیں۔ نیز مسواک کی قسمیں یہ ہیں۔ (۱) زیتون (۲) جال (۳) کیکر (۴) کڑوا مسواک۔ حضور ﷺ نے کونسا مسواک استعمال کیا؟

(۴) جب حجاج کرام پاکستان واپس آتے ہیں تو ان کو ایک تفسیر احسن البیان دی جاتی ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟ بعض اہلِ حدیث کہتے ہیں کہ قرآن شریف پر غلاف چڑھانا شیطانی عمل ہے۔ تو کیا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟

(۵)۔ ایک مدرسہ میں فریزر رکھا ہوا ہے۔ جب محلے کے خاص لوگ یا تبلیغی جماعت والے آتے ہیں۔ تو وہ فریزر کے اندر رکھا ہوا ٹھنڈا پانی پیتے ہیں۔ حالانکہ ٹھنڈے پانی کا حق طلباء کا ہے۔ نیز کسی محلے والے کا فریزر خراب ہوگیا ہو تو وہ اپنا سالن وغیرہ مدرسے کے فریزر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ اس کا فریزر ایک ہفتے کے بننے کے بعد آجائے گا۔

(۶) مسجد کے متولی کا طلباء سے اپنا ذاتی کام مثلاً گھر کی صفائی کروانا، پانی بھروانا کیسا ہے جبکہ اس کے بیٹے وغیرہ موجود ہیں۔ (محمد اشفاق قریشی، ڈیرہ غازی خان)

جواب:۔ (۱)...... اگر وہ پیپ یا خون اپنی جگہ سے باہر کی طرف نکل آئے یا بہ جائے تو ناقص وضو

ہے اور اگر اپنی جگہ پر رہے تو وہ ناقض وضو نہیں۔

(۲)......فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ کٹے ہوئے بال کو کسی ناپاک اور نامناسب جگہ پر پھینکنا مکروہ ہے بلکہ انہیں پاک جگہ میں دفن کر دیا جائے اس لئے داڑھی کے بالوں کا بطریق اولیٰ یہ حکم ہے کہ انہیں کسی صاف ستھرے مقام پر ڈال دیا جائے ورنہ کسی پاک جگہ میں رکھ دیا جائے لیکن ایسا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں کہ اس کی خلاف ورزی سے گناہ لازم آتا ہو۔

(۳)......اور وہی حکم ناخنوں کا بھی ہے جو داڑھی کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۴)......داڑھی کے خط کی حدود اس طرح ہیں کہ تینوں طرف سے ایک مشت تک داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کرنا یا منڈانا ناجائز اور حرام ہے ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے پہلے کٹوانا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور سے داڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔

(۵)......مونچھوں کو اس قدر کتروانا کہ ہونٹ کے اوپر کا حصہ ظاہر ہو جائے اور ابرو کے برابر ہو جائے بالاجماع سنت ہے اور حضرت امام طحاویؒ کی تحقیق کے مطابق اس سے زیادہ کتروانا اور باریک کرنا زیادہ بہتر ہے اور منڈوانے کے بارے میں حضرات فقہاء کرام کا اختلاف ہے بعض حضرات استرے سے منڈوانے کی اجازت دیتے ہیں اور اکثر حضرات اسے بدعت کہتے ہیں لہٰذا نہ منڈوانے میں احتیاط ہے۔

(۶)......ہر طرح کی لکڑی سے مسواک کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ نقصان دہ نہ ہو البتہ پیلو اور زیتون سے مسواک کرنا زیادہ افضل ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسواک کرنے کیلئے زیتون کی لکڑی استعمال فرمانا ایک روایت میں مذکور ہے۔

(۷)......یہ تفسیر غیر مقلدین کی ہے اور مستند اور معتبر نہیں ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے اور اس کے اکثر مسائل فقہ حنبلی سے متعلق ہیں اس لئے کسی حنفی کو اس تفسیر کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہئے۔

(۸)......قرآن پاک پر غلاف چڑھانا بلاشبہ جائز ہے۔

(۹)......مدرسہ کا پانی اور خصوصاً آلات سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی صرف طلباء اور کارکنان مدرسہ

کیلئے ہوتا ہے اور ان کی سہولت کیلئے ہوتا ہے اس لئے باہر کے لوگوں کا اس پانی کو اپنے برتنوں میں بھر کر لے جانا شرعاً درست نہیں، لہٰذا انتظامیہ کا ان لوگوں کو اس عمل سے روکنا درست ہے۔

(۱۰)...... مدرسہ کے آلات وغیرہ کا اصل حق مدرسہ کے طلبہ کا اور کارکنان کا ہے تاہم اگر انتظامیہ کسی کو فریج وغیرہ استعمال کرنے کی عارضی اجازت دے دے تو اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ مدرسہ اور طلبہ کی حق تلفی نہ ہو۔

(۱۱)...... مسجد کے متولی کو طلبہ سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ اپنے خدام سے کام لینا چاہئے۔

سوال:۔ زید اور بکر دو حقیقی بھائی ہیں جنہوں نے بالترتیب فاطمہ اور زینب سے نکاح کیا ہے جو دونوں آپس میں حقیقی بہنیں ہیں۔ زید کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام خالد ہے جبکہ بکر کے ہاں بیٹی مسماۃ سمرین پیدا ہوئی جس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے کیا مذکورہ بالا صورت میں زید کا بیٹا خالد، بکر کی بیٹی سے شادی کرسکتا ہے جبکہ مسماۃ سمرین اس کی رضاعی خالہ بن رہی ہے؟ (قیصر امام، اسلام آباد)

جواب:۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعۃً سمرین نے اپنی نانی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے تو خالد کا سمرین سے نکاح شرعاً نہیں ہوسکتا کیونکہ سمرین اس کی رضاعی خالہ ہے اور جس طرح سگی خالہ سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی خالہ سے بھی نکاح حرام ہے۔

سوال:۔ عارف اور عابد دو بھائی ہیں عارف کی ایک بیٹی ہے جس کا نکاح عابد کے بیٹے کے ساتھ ہونا تجویز ہوا ہے جبکہ عابد کی بیٹی نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے کیا عابد کا بیٹا عارف کی بیٹی کے ساتھ شرعاً نکاح کرنے کا مجاز ہے؟ (ایضاً)

جواب:۔ صورت مسئولہ میں اگر واقعۃً عابد کی بیٹی نے اپنی دادی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے تو عارف کی بیٹی کا نکاح عابد کی بیٹی سے نہیں ہوسکتا کیونکہ عابد کی بیٹی عارف کے بیٹے کی رضاعی پھوپھی ہے اور جس طرح سگی پھوپھی سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی پھوپھی سے بھی نکاح حرام ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

جلسہ برائے تقسیم انعامات

۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ (۵ مارچ ۲۰۰۹ء) جمعرات کے روز دارالعلوم کراچی کے رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر سہ ماہی امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ میں انعامات کی تقسیم کیلئے ایک جلسہ جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں منعقد ہوا، حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم اپنی شدید مصروفیت کے پیش نظر اس جلسے میں تشریف نہ لا سکے، نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے اور حضرت والا مدظلہم نے پورے جامعہ کی سطح پر پوزیشن لینے والے طلبہ اور پہلی بار نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ میں اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے، درجہ کتب کے انعامات حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب زیدمجدہ اور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب زیدمجدہ نے تقسیم فرمائے جبکہ حفظ و ناظرہ کے طلبہ میں حضرت مولانا افتخار احمد صاحب زیدمجدہ اور حضرت قاری عبدالرشید صاحب زیدمجدہ نے انعامات تقسیم فرمائے۔

اس موقع پر جناب امجد حسین صاحب نے جامعہ دارالعلوم کراچی کے بارے میں حضرت مولانا محمد زکی کیفی مرحوم کی نظم اپنے مخصوص انداز میں ترنم کے ساتھ سنائی نیز سامعین کی فرمائش پر ایک ملی نغمے کے چند اشعار بھی سنائے جن سے حاضرین خوب محظوظ ہوئے۔

جلسہ کے انتظامات حسبِ معمول حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کی زیرنگرانی انجام پائے اور انعامات کی تیاری حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ کی نگرانی میں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو جامعہ کی تعلیمی و تربیتی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

جامعہ کراچی کے پروفیشنل سرٹیفکیٹ کورس میں شرکت

۷/۳/۱۴۳۰ھ (۵/مارچ ۲۰۰۹ء): کراچی یونیورسٹی نے دینی مدارس کے اساتذۂ کرام کیلئے ایک پروفیشنل سرٹیفکیٹ کورس جنوری و فروری میں منعقد کیا تھا اس میں کراچی کے متعدد دینی جامعات میں سے دو دو اساتذہ کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی، جامعہ دارالعلوم کراچی سے اس کورس میں مولانا محمد طلحہ شمسی صاحب اور محمد حنیف خالد صاحب شریک ہوئے، اس کے اختتامی پروگرام میں شرکاء کورس میں سرٹیفکیٹ تقسیم کئے گئے، اس پروگرام میں شرکت کیلئے جامعہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم کی معیت میں ان دونوں حضرات نے شرکت

کی، پروگرام کے آخر میں حضرت مولانا موصوف نے شیخ الجامعہ جناب پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی صاحب سے ملاقات کی اور دینی مدارس کی اسناد کے معادلے کے حوالے سے درپیش عملی مشکلات پر مختصر تبادلۂ خیال فرمایا۔

حضرت رئیس الجامعہ کا سفر

۷/۳/۱۴۳۰ھ (۵/مارچ ۲۰۰۹ء): رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم لاہور تشریف لے گئے، ۸/ربیع الاول کو گوجرانوالہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم سے ملاقات فرمائی، اسی دن مغرب کے بعد جامعہ حقانیہ، قاضی کوٹ، حافظ آباد روڈ گوجرانوالہ میں ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا۔ ۱۰/ربیع الاول ۸/مارچ اتوار کے روز مغرب کے بعد جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور کے سالانہ جلسے میں حاضرین کی ایک بڑی تعداد سے خطاب ہوا، اسی روز چودھری شجاعت علی صاحب کی والدہ صاحبہ کی وفات پر تعزیت کیلئے ان کے ہاں تشریف لے گئے۔

۱۱، ۱۲/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ: پیر، منگل کی درمیانی شب میں حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے گورنر ہاؤس میں گورنر سندھ جناب ڈاکٹر عشرت العباد خان صاحب کی صاحبزادی کا نکاح پڑھایا۔

اصلاحی مجلس

۱۴/۳/۱۴۳۰ھ (۱۲/مارچ/۲۰۰۹ء): حسب معمول دفتر اہتمام میں اصلاحی مجلس منعقد ہوئی، اس میں جامعہ کے تمام اساتذہ کرام نے شرکت فرمائی۔ مجالس حکیم الامت میں ''انعام و استدراج'' کے حوالے سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ملفوظ کی تشریح کے ضمن میں حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے اساتذۂ کرام کو اپنے بچپن کا ایک واقعہ سنایا کہ جب میری عمر سات سال تھی اس وقت میرا اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے بھائی جان مولانا محمد زکی کیفی مرحوم کے ہمراہ دہلی جانا ہوا، دہلی کے اہم مقامات کی سیر کے ساتھ ساتھ بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کیلئے بھی حاضر ہوئے، اس وقت حضرت علیل تھے اور ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جونہی انہوں نے والد صاحب کو دیکھا تو زاروقطار رونے لگے اور فرمانے لگے کہ جب میں نے تبلیغ کا یہ کام شروع کیا تھا تو اس وقت یہ وہم وگمان بھی نہ تھا کہ یہ کام اتنا بڑھ جائے گا، مجھے تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے ساتھ استدراج کا معاملہ نہ ہو، حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت یہ استدراج نہیں ہے آپ مطمئن رہیں اور میرے پاس اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ استدراج کا معاملہ فرماتے ہیں اسے تو کبھی یہ وہم وگمان بھی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ استدراج ہے بلکہ وہ تو اپنے آپ کو ان انعامات کا مستحق سمجھ کر اور اپنے آپ کو درست سمجھ کر اور زیادہ غفلت اور سرکشی میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ سنتے ہی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فوراً سکون آ گیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت کی برکت سے الحمدللہ جامعہ

دارالعلوم کراچی کی ظاہری ومعنوی ترقی دیکھ کر مجھے بھی بعض اوقات یہ خیال آتا ہے کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو مگر ساتھ ہی میں یہ دعا پڑھ لیا کرتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ لَاتُؤمِنَّا مَكْرَكَ وَلَا تُنْسِنَاذِكْرَكَ وَلَا تَهْتِكْ عَنَّا سِتْرَكَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْغَافِلِيْنَ.

ترجمہ:۔ ”اے اللہ تو ہمیں اپنی خفیہ گرفت سے بے فکر نہ کردے، اور ہمیں اپنی یاد سے غافل نہ ہونے دے، اور ہماری پردہ دری نہ فرما، اور ہمیں غافلوں میں سے نہ بنا۔“

تمام اساتذہ کو یہ دعا پڑھنے کا معمول بنالینا چاہئے۔ اس دوران مشورے سے یہ طے پایا کہ نمازِ عصر کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو کتاب ”آداب المعاشرت“ طلبہ کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے اس سے طلبہ کو فائدہ ہورہا ہے اس کی افادیت میں مزید بہتری کیلئے درسگاہ میں بھی وہ استاذ محترم جو نگران جماعت ہیں اپنے گھنٹے کے آخر میں اس کتاب میں سے کوئی ایک ملفوظ پڑھ کر طلبہ کو سنادیا کریں اور اچھی طرح سمجھادیا کریں، اس سے طلبہ کو یہ آداب خوب سمجھ میں آجائیں گے۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے فرمایا کہ ۱۶/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ ہفتہ کے روز سے اس تجویز پر عمل شروع کردیا جائے۔

حضرت نائب رئیس الجامعہ کے اسفار

۳۰/صفر ۱۴۳۰ھ (۲۶/فروری ۲۰۰۹ء): حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی آج ملتان تشریف لے گئے جہاں آپ نے جناب مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مہتمم جامعہ خیرالمدارس کی صاحبزادی کے عقد نکاح کی تقریب میں شرکت فرمائی، اور نکاح پڑھانے کے علاوہ حاضرین مجلس سے خطبۂ نکاح کی تشریح کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۸/ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ (۶/مارچ ۲۰۰۹ء): نائب رئیس الجامعہ مدظلہم آج لاہور روانہ ہوئے، اور ۹/ربیع الاول کو وہاں سے سرگودھا کا سفر کیا اور وہاں جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا کے جلسۂ تقسیم اسناد سے خطاب کیا، اور ۱۰/ربیع الاول کو واپس لاہور آکر جامعہ اشرفیہ لاہور کے اکابر سے ملاقات فرمائی، اور اسی شام عشاء کے بعد جامعہ عبداللہ بن عمر کے اصلاحی اجتماع سے خطاب فرمایا اور ۱۱/ربیع الاول کو واپس کراچی تشریف لے آئے۔

۱۴/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ (۱۲/مارچ ۲۰۰۹ء): آپ بحرین تشریف لے گئے جہاں ۱۵/اور ۱۶ ربیع الاول کو المجلس الشرعی کے اجتماع کی صدارت فرمائی یہ مجلس موسسات مالیہ کیلئے معاییر شرعیہ مرتب کررہی ہے۔ اس مجلس میں ”معیار الرہن“ کی پہلی خواندگی مکمل ہوئی۔ ۱۷/ربیع الاول کی صبح الحمدللہ بخیریت واپس کراچی تشریف آوری ہوئی۔

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ (۲۱ مارچ ۲۰۰۹ء): نائب رئیس الجامعہ مدظلہم آج اسلام آباد کے سفر پر روانہ ہوئے جہاں آپ نے خیبر بینک کی شریعہ کمیٹی اجلاس میں شرکت کی۔ ۲۴ ربیع الاول کو ایبٹ آباد کیلئے روانہ ہوئے، راستے میں جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ ہری پور میں مختصر خطاب فرمایا۔ پھر ایبٹ آباد پہنچ کر اُسی شام ایبٹ آباد میں ایوب میڈیکل کالج میں ''تعلیمات نبوی ﷺ اور موجودہ معاشی بحران'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ نیز مغرب کے بعد جامعہ انوار الاسلام میں مولانا شفیق الرحمٰن صاحب کے زیر اہتمام علماء کرام کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب ہوا، جس میں ہزارہ ڈویژن، کوہستان اور آزاد کشمیر سے علماء کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ: کو مانسہرہ کیلئے روانہ ہوئے، جہاں پہلے مدرسہ جامعہ سید احمد شہیدؒ میں حضرت مولانا غلام نبی شاہ صاحب سے ملاقات فرمائی، اور مختصر خطاب فرمایا۔ پھر مولانا عبدالقدوس صاحب کے زیر اہتمام جامعہ اشاعۃ الاسلام میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب ہوا جو ظہر تک جاری رہا، اور اس میں بھی علاقے اور اطراف کے اہل علم کی ایک بڑی تعداد شریک تھی۔ اسی شام ایبٹ آباد واپسی ہوئی اور راستے میں جامع سنہری مسجد، جامعۃ الزیتون اور جامعۃ العلوم الصدیقیہ میں مختصر قیام رہا، ۲۶ ربیع الاول کی صبح مولانا فضل مولیٰ صاحب مدظلہم کے زیر تعمیر مدرسے کا معائنہ اور مختصر خطاب ہوا۔ وہاں سے اسلام آباد کیلئے روانگی ہوئی، اور ٹیکسلا میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا، اور پھر براہ اسلام آباد، اسی رات کراچی بعافیت واپس تشریف لے آئے۔

البلاغ کے مدیر مسئول کا سفر

۹/۳/۱۴۳۰ھ: ہفتہ کے روز جامعہ کے عظیم استاذ، ماہنامہ البلاغ کے مدیر مسئول حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم اسلام آباد تشریف لے گئے۔ جہاں پنڈی کے قریب کلرسیداں میں تحفیظ قرآن کریم اور ابتدائیہ کی تعلیم کیلئے ایک ادارہ ہے، جس کی افتتاحی تقریب میں شریک ہونگے۔ یہ ادارہ بعض اہلِ خیر حضرات نے قائم کیا ہے اس میں اکثریت آزاد کشمیر کے زلزلے سے متاثر ہونے والے یتیموں کی ہے اور انہیں کی تعلیم و تربیت اور کفالت کیلئے یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے بانی ارکان میں حاجی محمد یٰسین صاحب اور جناب مفتی خورشید صاحب کے نام سرفہرست ہیں، مفتی خورشید صاحب تقریباً ۱۶ سال قبل دارالعلوم کراچی کے فاضل ہیں، اور اب انگلینڈ میں درس نظامی کی تدریس سے وابستہ ہیں۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے سابق استاد جناب مولانا خالد حسین صاحب جو اب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، ۳۰ صفر ۱۴۳۰ھ کو انتقال فرما گئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کاملہ فرما کر بلند درجات سے سرفراز فرمائیں اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل اور فلاح دارین نصیب فرمائیں آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

کے گرانقدر اور زندگی کا نچوڑ اہم موضوعات کیسٹوں کی شکل میں

- ☆ درس بخاری شریف (مکمل) 300 کیسٹوں میں
- ☆ کتاب البیوع درس بخاری شریف عصر حاضر کے جدید مسائل (معاملات) پر سیر حاصل بحث
- ☆ **أصول افتاء للعلماء والمتخصصين** 6 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اقتصادیات 20 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اسلامی بینکاری 5 کیسٹوں میں
- ☆ دورۂ اسلامی سیاست 15 کیسٹوں میں
- ☆ تقریب تکملہ فتح الملہم 1 عدد
- ☆ علماء اور دینی مدارس (بموقع ختم بخاری 1415ھ) 1 عدد
- ☆ جہاد اور تبلیغ کا دائرہ کار
- ☆ افتتاح بخاری شریف کے موقع پر تقریر دل پذیر
- ☆ زائرین حرمین کے لئے ہدایات
- ☆ زکوۃ کی فضیلت واہمیت
- ☆ والدین کے ساتھ حسن سلوک 3 کیسٹوں میں
- ☆ امت مسلمہ کی بیداری
- ☆ جوش وغضب، حرص طعام، حسد، کینہ اور بغض، دنیائے مذموم، فاستبقوا الخیرات، عشق عقلی وعشق طبعی، حب جاہ وغیرہ اصلاحی بیانات اور ہر سال کا ماہ رمضان المبارک کا بیان۔
- ☆ اصلاحی بیانات۔ بمقام جامعہ دارالعلوم کراچی، تسلسل نمبر 1 تا 300 کیسٹوں میں 1430ھ تک۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ
اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ
اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا
قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ
وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ
صَغِيْرًا ۝ (پ۱۵۔ع۳)

ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو! اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف بھی نہ کہو اور نہ اُن پر خفا ہو اور ان کے ساتھ ادب سے بات چیت کرو اور ان کے لئے اطاعت کا بازو محبت سے جھکاؤ اور کہو کہ اے میرے پروردگار تو اُن پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ (پ۱۵۔ع۳)

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

نام کتاب .... عادلانہ جواب

نام مصنف .... حضرت مولانا محمد عمر قریشی مدظلہ

ضخامت .... ۲۶۲ صفحات، مناسب طباعت، قیمت درج نہیں۔

ملنے کا پتہ.............. جامعہ فرقانیہ دارالمبلغین، کوٹ ادو، مظفر گڑھ، پنجاب۔

اس کتاب کے شروع میں استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی تقریظ موجود ہے، حضرت والا مدظلہم نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"منکرین حدیث محض اپنی عقل نارسا کی بنیاد پر صحیح احادیث کا انکار کچھ عرصے سے کرتے آئے ہیں لیکن ان میں سے کچھ لوگوں نے اس انکار کے ساتھ استہزاء اور سوقیانہ انداز کلام اختیار کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور جلیل القدر محدثین پر، تنقید کی نہیں، سب وشتم کی بارش کی ہے جس پر اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَه'۔

ایک ایسے ہی صاحب نے حال میں حضرت امام بخاریؒ اور متعدد رواۃ حدیث کے بارے میں جو دریدہ دہنی کی ہے جناب مولانا محمد عمر قریشی صاحب نے اس کتاب میں اس کا مفصل جواب دیا ہے، جن جن احادیث پر اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں سے ایک ایک کے بارے میں علماء اہلسنت کے موقف کو واضح اور روشن علمی دلائل کے ساتھ بیان فرمایا ہے جو ایک طالب حق کیلئے حق تک پہنچنے کیلئے کافی وافی ہیں البتہ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَه'۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو اس خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کی اس کاوش کو قبول فرما کر اسے خاص وعام کیلئے نافع بنائیں۔ آمین" .... (ابو معاذ)

نام کتاب .... ماہنامہ العصر پشاور کا سرپرست اعلیٰ نمبر

مدیر مسئول .... مفتی غلام الرحمٰن

ضخامت .... ۲۰۳ صفحات، مناسب طباعت، قیمت ۸۰/- روپے

ملنے کا پتہ.............. دفتر ماہنامہ العصر، جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی، نوتھیہ روڈ پشاور صدر۔

جامعہ عثمانیہ پشاور کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیام پاکستان سے پہلے تک دار العلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور میں علم حاصل کرتے رہے، قیام پاکستان کے بعد جب نامساعد حالات کے پیش نظر طلبہ کا دیوبند یا سہارنپور جانا مشکل ہوگیا تو ان جیسے حضرات کی درخواست و مشورے پر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس اللہ سرہ نے دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی بنیاد رکھی اور یہاں تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع فرمایا۔ حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحبؒ نے بھی یہیں سے دورۂ حدیث کیا، اس طرح آپ دار العلوم حقانیہ کے اولین فضلاء میں شمار ہوئے۔

زیرتبصرہ نمبر میں حضرت مولانا مرحوم سے متعلق ہمعصر علماء اور دیگر حضرات کے تأثرات جمع کردیے گئے ہیں جن کے ضمن میں حضرت کے ایمان افروز حالات مرتب ہوگئے ہیں اردو اگرچہ معیاری نہیں ہے تاہم اس کے مطالعے سے قاری بہت کچھ حاصل کرلیتا ہے۔

مولائے کریم ہر خاص و عام کیلئے اس کاوش کو نافع بنائے۔ آمین۔..................(ابومعاذ)

نام کتاب .... جلاء الفراسہ شرح دیوان الحماسہ

نام مؤلف .... مولانا فیض الرحمٰن حقانی

ضخامت .... ۴۹۰ صفحات، عمدہ رنگین طباعت، قیمت: درج نہیں

ناشر .... مؤتمر المصنفین حقانیہ، اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ، سرحد

دیوان حماسہ عربی ادب کی اہم اور معروف کتاب ہے اور عرصۂ دراز سے مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے جس سے طلبہ مستفید ہورہے ہیں۔

زیرنظر کتاب دیوان حماسہ کی عربی شرح ہے۔ اس میں عربی متن لال روشنائی کے ساتھ لکھنے کے بعد اشعار کی لغوی، صرفی اور نحوی تحقیق درج کی گئی ہے اور عربی میں اشعار کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ساتھ حاشیے میں اشعار کا با محاورہ اردو ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ ایک اچھی شرح تیار ہوگئی ہے، اس کا مطالعہ انشاء اللہ اساتذہ وطلبہ دونوں کیلئے مفید ہوگا۔..........(ابومعاذ)

نام کتاب .... برگ سبز

نام مصنف .... مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی

ضخامت .... ۹۷ صفحات، مناسب طباعت، قیمت: درج نہیں۔

ناشر .... القاسم اکیڈمی خالق آباد ضلع نوشہرہ

اس کتاب میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحی جھلکیاں دلکش انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنے سے اساتذہ کے احترام، طلبہ وسالکین کی تربیت، تصوف وسلوک کے نکات جیسے اہم عنوانات پر مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ہر خاص وعام کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔..........(ابومعاذ)

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ

مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ

لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

اے میرے پروردگار! مجھے سچائی کے ساتھ داخل

کیجئے اور سچائی کے ساتھ نکالئے، اور میرے لئے خاص

اپنے پاس سے مدد کرنے والی طاقت عطا

فرمائیے

رجسٹرڈ نمبر SS-675 ماہنامہ "البلاغ" کراچی